جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

مارچ
2004ء

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
نفیس

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ - مارچ ۲۰۰۴ء شمارہ : ۳

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے..........سالانہ ۱۵۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی....سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش..................سالانہ ۶ امریکی ڈالر

امریکہ، افریقہ......................سالانہ ۱۶ ڈالر

برطانیہ.............................سالانہ ۲۰ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش "بیت الحمد" : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092- 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز ۳

درس حدیث — حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ۵

حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ — حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ۱۱

پاکستان میں رائج کردہ اسلامی بینکاری — حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الوحد صاحب ۲۱

اکابر کی جدوجہد تاریخی خطوط کی روشنی میں — حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ۲۶

زیر تعمیر عمارت کا نقشہ ۳۴

حاصل مطالعہ — حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ۳۵

اہم اعلان ۳۹

دینی مسائل ۴۱

زائرین حرم لا مذہبیت کے پھندے میں — جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ۴۶

مغرب کا اسلام سے تصادم ۵۱

عالمی خبریں ۶۱

اخبار الجامعہ ۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد !

ہمیشہ سے جس طرح یہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اسی طرح یہ عقیدہ بھی چلا آرہا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول قیامت تک پیدا نہیں ہوگا اور یہ بھی ہمیشہ سے طے ہے کہ جس طرح حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا منکر کافر ہے اسی طرح یہ بھی طے ہے کہ آپ کے آخری نبی ہونے کا منکر بھی کافر ہے کسی بھی زمانہ میں اُمت کا کوئی فرد اس طے شدہ عقیدہ کا منکر نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔

قادیان کی ایک حقیر جماعت اس عقیدہ کی منکر ہوئی تو اُمت مسلمہ نے بالاتفاق اس کو کافر اور مرتد قرار دیا اُمت کے اس فیصلہ کے بعد اس ''حقیر فرقہ'' کو مسلمان جاننے والا بھی خود بخود کافر اور مرتد قرار پا جاتا ہے۔

دو ڈھائی ماہ قبل پاکستان کے الیکشن کمیشن نے انتخابی اُمیدواروں کے کاغذاتِ نامزدگی سے ختم نبوت پر ایمان کا حلف نامہ خارج کردیا تھا اسی طرح انتخابی فہرستوں میں اندراج کے وقت ووٹروں کے لیے لازمی حلف نامہ کو بھی ختم کردیا تھا۔ الیکشن کمیشن کے سمجھ سے بالا اس غیر ذمہ دارانہ فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ پنڈی بینچ میں تحریکِ ختم نبوت کی جانب سے رِٹ دائر کی گئی ابھی کیس زیرِ سماعت ہی تھا کہ یک طرفہ طور پر الیکشن کمیشن نے ۱۰ ر فروری کو انتخابی امیدوار اور ووٹروں کا لازمی حلف نامہ بحال کردیا۔ یہ بات اپنی جگہ اگرچہ خوش آئند اور باعثِ مسرت ہے مگر اس امر کی تحقیق باقی ہے کہ وہ کونسے عوامل تھے جن کی بناء پر ''تحفظ ناموسِ رسالت'' جیسے اہم اور طے شدہ مسئلہ سے انحراف کیا گیا حکومت کی ذمہ داری

ہے کہ اس ناپاک اقدام کی جسارت کرنے والوں کو نہ صرف بے نقاب کرے بلکہ ان کو عبرت ناک سزا بھی دے کہ آئندہ کسی کو مسلمانوں کے عقائد سے کھیلنے کی جرأت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناموسِ رسالت کے تحفظ کی توفیق عطا فرمائے اور نبی آخر الزمان ﷺ کے سچے اُمتی ہونے کا شرف عطاء فرمائے۔ آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دار الاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس ؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے ۔ (آمین)

غزوۂ خندق میں نبی علیہ السلام کی ضرب سے پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے عرش ہل گیا
یہودیوں کے خلاف اِن کا فیصلہ تجربات کا نچوڑ تھا
بھوک کی شدت میں پتھر باندھنے کی وجہ

تخریج و تزئین : مولانا سید محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۳ سائیڈ اے / ۸۵-۱-۱۸

عن جابرؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول اھتز العرش لموت سعد بن معاذؓ وفی روایة اھتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذؓ متفق علیہ. (مشکوة شریف ص ۵۷۵)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین امابعد !

نیکوں کا انجام :

آقائے نامدار ﷺ کے ایک صحابی ہیں جن کا اسمِ گرامی ہے حضرت سعد بن معاذ ؓ ان کی وفات جب ہوئی تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا **اھتز العرش لموت سعد بن معاذ** ؓ اللہ تعالیٰ کا عرش سعد بن معاذؓ کی موت کے وقت یا اُن کی موت کی وجہ سے ہلا ہے۔ عرشِ الٰہی کا ہلنا یہ اہم واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو عالمِ غیب میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں اہم ہو وہ ملاء اعلیٰ میں اہم شمار ہوتا ہے فرشتوں میں اہم شمار ہوتا ہے اس کی وجہ سے ایسی چیز ہوتی ہے۔

بدوں کا انجام :

اور یوں تو قرآن پاک میں جو آرہا ہے فرعون وغیرہ کے بارہ میں کہ اُن کا انجام یہ ہوا اس میں ایک جملہ آتا ہے

فمابکت علیھم السماء والارض اِن کے مرنے پر آسمان اور زمین نہیں روئے اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان اور زمین پر کوئی کیفیت گزرتی ہے جس کو رونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

رونے کے لیے آنکھ سے آنسو بہانا ضروری نہیں :

اور رونے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آنکھ سے آنسو بہیں اُسے ہی رونا کہا جائے، بہت لوگوں سے آپ ملیں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ دل روتا ہے اس بات پر یعنی رونا جو ہے وہ آنکھوں میں نظر نہیں آتا اگرچہ دل پر وہ گزرتی ہے جو روتے ہوئے گزرتی ہے تو قرآن پاک میں یہ جملہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ لوگ ایسے ظالم تھے کہ جب یہ مرے ہیں تو اُن کے اُوپر آسمان اور زمین نہیں روئے اور یہاں آرہا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے عرش میں حرکت پیدا ہوئی۔

طلاق جائز بھی، ناپسند بھی :

اسی طرح سے طلاق کے بارے میں بھی آیا ہے طلاق جائز ہے مباح ہے مگر یہ بھی ہے ساتھ ساتھ کہ ابغض المباحات ہے یعنی خداوندِ کریم کو وہ جائز ہونے کے باوجود ناپسند ہے بہت ناپسند ہے، جائز اس لیے رکھی گئی ہے کہ بعض دفعہ گزارا ہی نہیں ہوتا اور بعض دفعہ (طلاق نہ دینے کی صورت میں) بہت زیادہ گناہ ہوجاتے ہیں اور بھی، اس لیے طلاق جائز رکھی گئی لیکن اس میں بھی آتا ہے کہ عرش ہلتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملاء اعلی میں ایسے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ جن کی عرش ہلنے سے تعبیر کی گئی ہے۔

غزوۂ خندق اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مشورہ :

غزوہ خندق جب ہوا ہے تو صحابہ کرام میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا کہ ہمارے ہاں (ایران میں) جب بڑی لڑائی ہوتی ہے تو اس میں یہ صورت کرلیتے ہیں کہ خندق کھود لیتے ہیں تاکہ دشمن اِدھر نہ آنے پائے اُدھر رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اطلاعات مل رہی تھیں کہ کفار حملہ آور ہو رہے ہیں اور پہنچنے والے ہیں اور اتنا وقت رہ گیا لہٰذا آپ نے فوراً وہ خندق کھودنی شروع کردی اور سب لگے اور جسے کہتے ہیں دن رات لگنا اس طرح سے لگے حتی کہ نمازیں بھی مؤخر ہوئیں اس کام میں۔ ایک دن آپ کی عصر کی نماز قضاء ہوگئی تو مغرب میں پڑھی ہے آپ نے وہ، کیونکہ اس دن کھودنے کی بہت جلدی تھی۔ اسی میں آتا ہے کہ ایک جگہ نیچے چٹان تھی پتھر کی وہ ٹوٹ نہیں رہی تھی تو گڑھا گہرا نہیں ہو رہا تھا۔

آپ ﷺ کی ضرب سے پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا :

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اُترتا ہوں اور پھر آپ نے اُتر کر اس پر کدال سے ضرب لگائی تو وہ پتھر

ریزہ ریزہ ہوگیا تو پھر آقائے نامدار علیہ السلام نے بتلایا کہ مجھے یہ دکھائی دیا ہے کہ (آئندہ) اس طرح سے فتوحات ہوں گی او کما قال علیہ السلام۔ اور ایسا ہی ہوا کہ بعد میں ساری دُنیا پر پھر مسلمان چھا گئے تو یہ بات اُس وقت رسول اللہ علیہ السلام نے بتلادی تھی کہ جب اس کا خیال (وتصور) نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ صحابہ کرام کو کھانے کو میسر نہیں آرہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر بھوک کے آثار دیکھے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے گھر میں جا کر کہا کہ کچھ ہو جائے کھانے کے واسطے تو اتنا کھانا تیار کرلیا جو چند آدمیوں کے کھانے کا ہو جائے۔

بھوک کی شدت اور پتھر باندھنے کی حکمت :

اور وجہ انھوں نے بتائی کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام پر بھوک کے شدید آثار دیکھے ہیں جیسے کہ آپ کو بہت وقت ہوگیا ہے کھانا کھائے ہوئے اور واقعہ بھی ایسے ہی تھا اور جب آدمی بہت بھوکا ہو یا پیٹ خالی رہے چاہے بیماری کی وجہ سے ہی نہ کھا سکتا ہو تو جب وہ اُٹھتا ہے تو کھڑے ہونے کے بعد اُسے پیٹ میں کچھ خلاء محسوس ہوتا ہے اور اگر یہاں پٹی باندھ لی جائے تو فائدہ ہو جاتا ہے اور پتھر باندھ لیے جائیں تو بھی فائدہ ہو جاتا ہے وہ خلاء پُر ہو جاتا ہے تو پھر آدمی اُٹھنے میں چلنے میں حرکت کرنے میں وہ بات نہیں محسوس کرتا۔ اس لیے صحابہ کرام نے پتھر باندھ رکھے تھے تو فقر کا یہ عالم کہ کھانے کو میسر نہیں اور دوسری طرف یہ عالم کہ فتوحات اور کامیابیوں کی خوشخبری دی جارہی ہے۔ بہرحال وہ خندق کھود دی گئی، حملہ آور لوگ آئے خندق کی وجہ سے خدا نے بچاؤ کرلیا، ۱۸ ادن وہ رہے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اُس وقت تک کافر تھے اور سردار تھے، انھوں نے تمام قبائل سے بات چیت کی اور ہر قبیلے سے کچھ کچھ سپاہی لے لیے تو اب ہر قبیلے کی ٹانگ اُڑ گئی، اگر لڑائی ہوگئی ہوتی تو جتنے قبیلوں کے آدمی مارے گئے ہوتے وہ سارے کے سارے قبیلے آگے کو دُشمنی کرتے رہتے۔ یہ ترکیب انھوں نے سوچی تھی اور بڑی اچھی تدبیر تھی، ایسی ہی تدبیر اتحادیوں نے کوریا وغیرہ میں کی تھی اور فوجیں بھیجی تھیں برطانیہ نے اور فرانس نے اور امریکہ نے اور جو جو اتحادی تھے سب کی ایک ایک پلٹن لے کر بھیج دی۔ تو صدیوں پہلے یہ تدبیر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تھی، وہ نہایت باتدبیر، بڑے ہوشیار، بہت بیدار مغز تھے۔

مسلمانوں کی خدائی مدد :

اب جب سترہ اٹھارہ دن ہوئے اور لڑائی نہیں ہوئی اور آندھی چلی۔ آندھی جب مغرب سے ہو تو وہ بہت تیز ہوتی ہے اور جو مشرق سے آتی ہے وہ ہلکی ہوتی ہے تیز نہیں ہوتی۔ مگر رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ نصرت بالصبا مجھے مدد اُس ہوا سے ملی ہے جو اُدھر مشرق سے چلتی ہے جو تیز نہیں چلا کرتی لیکن اُس وقت وہ تیز چلی۔ اور ایک قومِ عاد تھی جنھیں ہوا نے اُٹھا اُٹھا کر زمین پر پٹخا اور ختم کردیا اُھلکت عادٌ بالدّبور تو اُس وقت جو مغرب کی طرف سے آتی ہے وہ ہوا

چلی تھی اور سبع لیال و ثمانیۃ ایام سات راتیں آٹھ دن اسی طرح ہوا چلتی رہی کوئی جگہ نہیں رہی جہاں کوئی انسان رہا ہو۔ سارے کے سارے ختم ہو گئے۔ تو خندق کے جب یہ آخری دن ہوئے تو اُس دن ایسی ہوا چلی کہ خیمے اُکھڑ گئے جانور بھاگنے لگے کھل گئے جانور، رسے ٹوٹ گئے اُن کے، اور جو انھوں نے بڑی بڑی دیگیں بنا رکھی تھیں وہ دیگیں اُلٹ گئیں۔ یہ بدحالی جب آئی تو گھر سے چلے ہوئے بھی کفار کو سترہ اٹھارہ دن ہو گئے تھے اور بڑی لڑائی کا بھی موقع نہیں نکلتا ہوا نظر آ رہا تھا اِکا دُکا کہیں دیکھ لیا سامنے سے تو تیر مار دیا بس ایسے لڑائی گویا رہی۔ وہ جو بھرپور فوجوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے وہ نہیں ہوا کیونکہ بیچ میں خندق تھی۔

کفار کی پسپائی :

تو اُن لوگوں نے کہا کہ بس اب چلو پھر آئیں گے کسی موقع پر اور پھر جمع ہونا بڑا مشکل کام تھا۔ ایک دفعہ تو جمع ہو کر آ گئے، بڑا اہتمام کیا ہوگا انھوں نے جو ہر جگہ سے لشکر لیا اس کے بعد پھر دوبارہ جمع کرنا اس طرح اتنی مقدار میں یہ بڑا مشکل کام تھا۔

حضرت سعدؓ پر تیر کا وار :

تو یہاں یہ ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ایک تیر آ کر لگا وہ تیر لگا تو بازو کی طرف لیکن جو شہ رگ انسان کے جسم میں گھومتی ہے اُس میں لگ گیا اب اُس کی وہ دوا کرتے رہے علاج ہوتا رہا۔

حضرت سعدؓ کی دُعاء :

ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دُعاء کی تھی کہ خداوند کریم یہ کفار مکہ اگر حملہ آور ہونے والے ہیں آئندہ بھی مدینہ پر تو تُو مجھے زندہ رکھ ورنہ یہ جو زخم لگا ہے بس یہ ٹھیک ہے میری شہادت کے لیے، یہ اُنھوں نے دُعا مانگی۔ [1]

غزوہ خندق کے بعد یہودیوں کے خلاف کارروائی اور اس کی وجہ :

پھر ایسے ہوا کہ وہاں سے جب آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس آئے ہیں تو آپ نے بنوقریظہ اور بنونظیر یہ دو قبیلے تھے یہودیوں کے سازشیں کرتے تھے مدینہ پر چڑھائی کراتے تھے۔ مکہ مکرمہ والوں کو جوش اور غیرت دلاتے تھے، تو ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ جو سامان لے جانا ہے لے جاؤ بس اب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ جب مدینہ منورہ آپ آئیں ہیں تو یہودیوں سے معاہدہ کیا تو یہ اس کے خلاف کرتے رہے اور سازشیں کرتے رہے، اِدھر مسلمانوں سے معاہدہ بھی ہے اُدھر دھمکیاں بھی دلواتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ وہ (یعنی کفار مکہ) تو

[1] ان کی یہ دُعاء قبول ہوئی اور ایک ماہ بعد ذیقعدہ ۵ھ میں ۳۷ برس کی عمر پا کر وفات ہوئی۔ مرتب

اَن ٹرینڈ (untrained) ہیں جن سے تمہارا آج تک مقابلہ رہا، ہم سے کبھی سابقہ پڑ گیا تو پتہ چل جائے گا ہمیں ٹریننگ حاصل ہے لڑنا جانتے ہیں، وہ خدا کی قدرت کہ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں لڑ سکے فوراً ہتھیار ڈال دیئے یعنی لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اب گھبرا گئے اور نکلنا پڑا اِن کو۔

یہودی قبیلہ کے خلاف حضرت سعدؓ کا فیصلہ اور اُس کی وجہ :

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے یہ یہودی قبیلہ کے لوگ دوست تھے، اور حضرت سعد بھی بڑے سردار تھے مدینہ منورہ میں انصار قبیلے کے، تو بنونظیر بنوقریظہ نے کہا کہ وہ جو آپ کے ہاں صحابی ہیں سعد بن معاذؓ وہ جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں انھوں نے کہا ٹھیک ہے میں راضی ہوں اگر آپ اجازت دیں، تو رسول ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کر دیں آپ فیصلہ، انھوں نے فیصلہ دے دیا کہ جو جوان لڑ سکتے ہیں ان کے، اُن کو قتل کر دیا جائے باقیوں کو قید کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ تھا تو بڑا سخت لیکن بڑے وسیع تجربہ کا اور ان کی زندگی بھر کے تجربے کا نچوڑ تھا کیونکہ یہ تھے ہی اس قدر ظالم لوگ، سود پر رقمیں دیتے تھے اور لوگوں کو غلام بنا لیتے تھے انھوں نے اس طرح لوگوں کی زندگی عاجز کر رکھی تھی، ظالم تھے۔ اور اب جو شرارتیں گزرتی تھیں عہد شکنیاں، سازشیں وہ سامنے تھیں۔

فیصلہ پر نبی علیہ السلام کی جانب سے تعریف :

تو رسول اللہ ﷺ نے بعد میں فرمایا **لقد حکمت بحکم المَلِک یا بحکم المَلَک** تمہارا فیصلہ وہ ہے جو فرشتہ کا ہے گویا اور " مَلِکُ " اگر ہے تو اللہ کی ذات مراد ہے یعنی جو خدا کو پسند ہے وہ فیصلہ تم نے کیا۔ تو ان کی وفات جب ہوئی ہے تو پھر یہ کیفیت ہوئی جو یہاں حدیث شریف میں آرہی ہے کہ عرش ہل گیا۔ اُنہی دنوں کی بات ہے حضرت براُبن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جوڑا آیا ریشم کا **حُلَۃ حریر فجعل اصحابہ یمسونھا و یتعجبون من لینھا** یہ صحابہ کرامؓ دیکھنے لگے اُسے، چھونے لگے، چھو کر دیکھتے تھے اور کہتے تھے یہ بڑا عجیب ہے نرم ہے، ریشمی تھا وہ، تو آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا **عنادیل سعد بن معاذ فی الجنۃ خیر منھا والین** سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنت میں جو ملے ہوئے ہیں "**مندیل**" یعنی رُومال وہ اس سے زیادہ نرم ہیں اور اس سے زیادہ عمدہ ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کی روح کو جنت میں داخل کیا گیا، جسم تو یہاں دفن ہے روح کو وہاں داخلہ کی اجازت ملی ہے کہ وہ جائے اور یہ بھی بڑا درجہ ہے۔ شُہدا کے بارے میں آتا ہے کہ اُن کی ارواح کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ جنت میں جائیں ہر ایک کے بارے میں یہ نہیں آتا۔

نیکوں کی رُوح کو سُلا دیا جائے گا :

اور جو اچھا ہوگا اس کے بارے میں آتا ہے کہ کہہ دیا جائے گا کہ بس سوتے رہو تم، سونے والی کیفیت رہے گی اِن کی، ان شہدا کی کیفیت بڑی ہوگی گویا اُن کو وہاں کی نعمتیں مل رہی ہیں اور فرماتے ہیں کہ اُن کے جو ''مندیل'' ہیں یعنی رومال وہ اس سے بہتر ہیں اور اس سے زیادہ نرم ہیں۔ اور تعریف میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا خیال جہاں تک پہنچ سکتا ہے تو کہہ دیا جائے اس سے بھی آگے کچھ اور ہے، اب کیا کچھ ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر نہیں فرمایا۔ ایجادات جب نہیں ہوئی تھیں تو تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ سائیکل پر انسان چل سکتا ہے چہ جائیکہ موٹر سائیکل اور موٹر ریل اور پھر ہوائی جہاز وہ تو خیال سے باہر تھی، خواہش کی بات الگ ہے خواہشات تو بہت ہوتی ہیں انسان نکلا ہی ایسی جگہ سے ہے جسے جنت کہا کرتے ہیں جو چیزیں وہاں تھیں وہ انسان کی فطرت میں کچھ ہیں جو وہاں دیکھی تھیں اُنہی سے خوش ہوتا ہے، مناظر اُسی طرح کے پسند کرتا ہے سبزہ، پانی یہ چیزیں دیکھتا ہے خوش ہوتا ہے لیکن کیا کیا چیزیں تھیں اور کیا کیا نعمتیں تھیں وہاں، اس کا تو پھر ایسے ہی سمجھ لیجئے جیسے کہ اب سے دو سو تین سو سال پہلے جہاز کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا اور اب یہ چیز نکل آئی اسی طرح سے وہ چیزیں جو خداوند کریم نے وہاں کی نعمتیں رکھی ہیں اُن کے بارے میں فرمایا **مالا عینٌ رأتْ ولا اذنٌ سمعتْ ولا خطرَ علی قلب بشر** نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کان نے سنی نہ کسی انسان کے ذہن پر وہ بات گزری جو انعامات یا نعمتیں اللہ تعالیٰ نے وہاں رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن حضرات کے درجات بلند فرماتا رہے اور آخرت میں ہمیں ان کا ساتھ عطا فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دعا............

☆☆☆

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرما دیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

سلسلہ نمبر۶ قسط: ۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

مہتمم اول دار العلوم دیوبند

جناب حضرت مولانا حاجی سیّد محمد عابد صاحب

قدس اللہ سرہٗ ورفع درجاتہٗ

﴿ نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

سید محمد ابراھیم رحمہ اللہ

جدِّ اعلیٰ ساداتِ رضویہ دیوبند ضلع سہارنپور اور تاریخ علم و معرفت

دیوبند میں سادات کے کئی خاندان ہیں مگر سب سے بڑا یہی خاندان ہے اور اپنے علم و فضل اور ارشاد و ہدایت کے لحاظ سے ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔ اس خاندان کے بزرگ تین صدیوں تک رشد و ہدایت کی مسندوں پر متمکن رہے ہیں وہ تصوف و طریقت سے شغف کے ساتھ ساتھ علوم شریعت سے بھی آراستہ ہوتے تھے۔ جو لوگ ان کے پاس استفادہ کی غرض سے آتے تھے وہ اپنے دامن کو فیض سے بھر کر لوٹتے تھے۔

۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں سہارنپور کی عدالت میں ایک یادداشت پیش کی گئی تھی اس میں تحریر ہے کہ :

''حضرت سیّد محمد ابراہیم قدس اللہ سرہٗ کی بارگاہ کے طلبہ کی تعلیم اور درویشوں کے خورد و نوش کے مصارف اس آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں جو اس مقصد کے لیے شاہجہان بادشاہ نے حضرت سیّد صاحب کے فرزند اکبر حضرت بندگی محمد اسمٰعیل کو عطا فرمائی تھی''۔

بندگی سیّد محمد اسمٰعیلؒ اپنے والد بزرگوار کے بعد ان کے جانشین ہوئے اور تمام عمر درس و تدریس اور تربیت باطنی

میں مشغول رہے عہدِ عالمگیری کے فرامین میں ان کے لیے ''معارف آگاہ'' اور بعد وفات ''مغفرت پناہ'' اور ''غفران پناہ'' وغیرہ القاب لکھے گئے ہیں۔ ۲۹ر محرم ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء میں وفات پائی اور اپنے والد کے پہلو میں بائیں جانب دفن ہوئے۔ لوحِ مزار پر یہ قطعہ کندہ ہے :

بست ونہ از محرم داد نقد جاں شیخ عصر اسمٰعیل
گفتہ شد، شیخ کامل اکمل (۱۰۹۲ھ) از پئے یادگار سال رحیل

(تاریخ دیوبند ص ۱۰۹)

شاہانِ مغلیہ سیّد صاحب کے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور رشد وہدایت سے واقف تھے انہوں نے بڑی قدر ومنزلت کی، خانقاہ کے مصارف کے لیے زمینیں دیں اور فرامین جاری کیے۔ یہ فرامین بارہویں صدی ہجری کے آخر میں سکھوں کی تاخت وتاراج میں نذرِ آتش ہوگئے تھے۔ ایک فرمان جو ۱۷ جلوس شاہ جہانی مطابق ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء کو صادر ہوا تھا اس کی مصدقہ نقل ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں سہارنپور کی کلکٹری سے دستیاب ہوگئی تھی اُس میں لکھا ہے :

''دریں وقت فرمان عالی شان سعادت نشان مرحمت عنوان شرف صدور عزورد یاخت کہ دوصد بیگہ زمین از پرگنہ دیوبند سرکار سہارنپور در وجہ مدد معاش شیخ محمد اسمٰعیل از جملہ پانصد بیگہ زمین شیخ حاجی ابراہیم پدر مشارٌ الیہ بحسب خرچ خانقاہ بموجب اسنادِ حکام داشت حسب الضمن مقرر ومفوض باشد کہ حاصلات آں را فصل بفصل وسال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعا گوئی دوام دولت ابد قریں اشتغال می نمودہ باشند، می باید کہ حکام وعمال وجاگیر داران وکروڑیان حال واستقبال دراستمراء واستقرار ایں حکم اشرف اقدس اعلیٰ کوشیدہ آراضی مذکورہ راپیمودہ وچک بستہ بتصرف مویٰ الیہ باز گزاشتہ اصلاً ومطلقاً تغیر وتبدل بداں راہ نہ دہند بعلت مال وجہات واخراجات مثل قتلغہ وپیش کش وجریمانہ ومحصلانہ ومہرانہ وداروغگانہ وبیگار سرکار دہ ونیمی ومقدمی وصدوری وضبط ہر سالہ بعد از تشخیص چک بستہ دیگر از زراعت وکل تکالیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحمت نہ رسانند ودریں باب ہر سالہ فرمان وپروانجات مجدد نہ طلبند داگر درمحل دیگر چیزے داشتہ باشند آں را اعتبار نہ کنند از فرمودہ تخلف وانحراف نہ نوازبند۔ تحریر فی التاریخ ۲۳ر جمادی الاول ۱۷ جلوس مقدس موافق ۱۰۵۴ھ۔''

فرمان کی پشت پر اس عطیہ کا مقصد خانقاہ کے مصارف ظاہر کیا گیا ہے، لکھا ہے :

''موازی دوصد بیگہ زمین از جملہ پانصدی کہ بموجب سناد حکام وبجہت خرچ خانقاہ داشت از

پرگنہ دیوبند"۔

فرمان میں اُوپر کی جانب شاہی مہر ثبت ہے یہ مہر مربع شکل کی ہے۔ وسطِ مہر میں شہاب الدین شاہجہان بادشاہ اور چاروں طرف صاحب قران تیمور تک فرماں رواؤں کے اسماء منقوش ہیں۔ فرمان کی پشت پر سیّد جلال صدر الصدور اور اسلام خاں وغیرہ امرائے شاہجہانی کی مدّ ورمہریں ثبت ہیں۔

فرمان کی پشت پر آپ کا نام اور یہ حلیہ مرقوم ہے :

مشیخت پناہ شیخ محمد اسمٰعیل ولد شیخ حاجی ابراہیم ابن شیخ سعد اللہ۔ گندم گوں، فراخ پیشانی، کشادہ ابرو چشم، بلند بینی، ریش وبردت، خال چند، داغ چیچک برروئے دار دسفید فام عمر تخمیناً پنجاہ سالہ۔

حضرت بندگی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ خاص لکھی ہوئی ایک تحریر خاندان میں محفوظ ہے۔ یہ ایک ہبہ نامہ ہے جو ایک آراضی کے لیے آپ نے اپنے ایک فرزند کے حق میں تحریر فرمایا ہے، اس تحریر پر ان کے دوسرے فرزندوں کے دستخط بطور شہادت موجود ہیں۔ گو حالات وواقعات پر اس تحریر سے کوئی خاص روشنی نہیں پڑتی، تاہم تبرکاً وتیمناً یادگار کے طور پر اس کی نقل پیش کرنا نامناسب نہ ہوگا، تحریر یہ ہے :

منکہ فقیر محمد اسمٰعیل ام چوں پنج بیگہ زمین پختہ درنور پور[۱] بجہت باغ بفرزندم محمد عارف دادم کہ باغ نمودہ حاصل زمین وباغ رامحمد عارف قابض ومتصرف باشد ودیگرے را دخلے نیست ایں چند کلمہ نوشتہ دادم کہ ثانیاً حال بکار آید تحریراً فی تاریخ ۱۰ ررمضان المبارک ۱۰۷۵ھ قلمی شد۔

آپ کی زوجہ محترمہ نصیب النساء، شیخ رحیم الدین کی صاحبزادی تھیں۔ شیخ رحیم الدین سلسلہ قادریہ وسہروردیہ میں ایک بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ حضرت بندگی محمد اسمٰعیلؒ کے صاحبزادے سیّد جمیلؒ انہی نصیب النساء کے بطن سے تھے [۲] حضرت بندگی محمد اسمٰعیلؒ تمام عمر تربیت باطنی اور درس وتدریس میں مصروف اور علوم معرفت وشریعت سے دیوبند کی سرزمین کو منور فرماتے رہے۔ حضرت جدِّ امجدؒ کی اولاد واحفاد کا بڑا سلسلہ آپ ہی کے واسطے سے چلا ہے۔ آپ کے حسب ذیل سات فرزند ہوئے :

سیّد محمد عارف، سیّد شاہ شبلی، سیّد محمد جمیل، سیّد غلام مصطفٰے، سیّد محمد سعید، سیّد محمد صادق، سیّد محمد صالح۔

بندگی محمد اسمٰعیل کے فرزند سیّد محمد عارف اور اُن کے فرزند سیّد وجیہ الدین کی نسبت عہدِ عالمگیری کے پروانے میں تحریر ہے کہ :

---

[۱] دیوبند کی آبادی کا جنوبی رقبہ سرکاری کاغذات میں نور پور کے نام سے موسوم ہے۔ [۲] تذکرۃ الحفاظ مؤلفہ مولانا محمد نعیم دیوبندی۔ مطبوعہ آزاد پریس ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

دریں ولا شیخ وجیہہ الدین پسر غفران پناہ	شیخ وجیہہ الدین بن غفران پناہ معارف
معارف آگاہ شیخ محمد عارف، ولد مغفرت	آگاہ شیخ محمد عارف بن مغفرت پناہ بندگی
پناہ شیخ محمد اسمٰعیل کہ بصلاح وتقوٰی آراستہ	شیخ محمد اسمٰعیلؒ جو صلاح وتقوٰی سے آراستہ
لیاقت تمام دارد و بجائے پدر خود در خانقاہ	اور صاحب فضل وکمال ہیں وہ اپنے والد کی
بتدریس وتذکیر با جماعت طالب علماں	جگہ پر خانقاہ میں طلباء اور صوفیاء کی تعلیم
وفقراء صوفیاء مشغول است۔ ۳؎	وتربیت میں مشغول ہیں۔

سیّد محمد عارف نے شعبان ۱۱۵۰ھ بعہد محمد شاہ وفات پائی۔ اسی طرح کا ایک دوسرا فرمان امرائے عالمگیری میں محمد عرب بن محمد خسرو کی جانب سے ۱۰۹۷ھ ۳۰ جلوس عالمگیری میں سیّد محمد صابر بن محمد عارف کے نام صادر ہوا ہے۔ یہ سب حضرات اپنے جدِّ بزرگوار کے مزار کے احاطے میں مدفون ہیں۔

رحمة الله فی مقابرهم

من کبار الٰی اصاغرهم

عام خیال یہ ہے کہ دیوبند میں دینی علوم کا یہ چرچا دارالعلوم کے قیام ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء سے وابستہ ہے۔ مگر عہدِ عالمگیر کے ان پروانوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیّد صاحب کی خانقاہ میں اُس دور کی روش کے مطابق بیعت وارشاد کے ساتھ ساتھ تعلیم وتدریس بھی جاری تھی۔ خانقاہ میں طالبانِ علم اور درویش دونوں رہتے تھے، جن کو خانقاہ سے کھانا ملتا تھا۔ تعلیم کی ترویج واشاعت کے لیے اسلامی عہدِ حکومت میں یہ طریقہ رائج تھا کہ ملک میں جہاں جہاں علماء ومعلمین رہتے تھے ان کے لیے شاہی خزانے سے ''مدد معاش'' مقرر کردی جاتی تھی تاکہ علماء فراغتِ خاطر کے ساتھ ساتھ درس وتدریس میں مشغول رہ سکیں۔ طلباء ومتعلمین کے لیے اوقاف عام تھے جن سے اُن کی تعلیم اور خورد ونوش وغیرہ کے مصارف پورے کیے جاتے تھے۔ موجودہ اصطلاح کے مطابق یہ ایک طرح کے وظائف تھے، اس طریقے کے باعث تعلیم مفت، عام اور سہل الحصول ہوگئی تھی۔

اسی طرح جو مشائخ وصوفیاء اپنے اوقات کو رُشد وہدایت اور روحانی فلاح وتربیت میں مصروف رکھتے تھے حکومت کے لیے ضروری تھا کہ ایسے باخدا لوگوں کے لیے بھی ''مدد معاش'' کا معقول انتظام کرے۔ اشاعتِ تعلیم کا موجودہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے مدارس کے لیے عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔ بعد ازاں اُن کے لیے استاد اور فرنیچر مہیا کیا جاتا

۳؎ پہلا فرمان ۹ رشعبان ۲۴ جلوس عالمگیری میں غضنفر خاں صوبہ دار دوآبہ کے دستخط سے، اور دوسرا ۳۰۱ جلوس میں محمد عرب کے دستخط سے جاری ہوا ہے، یہ دونوں فرمان خاندانی کاغذات میں موجود ہیں۔ (تذکرہ سادات رضویہ ص ۱۳ و ۱۴)

ہے۔ان مصارف کا کسی قدر حصہ فیس کی شکل میں طلباء سے وصول کیا جاتا ہے اور کچھ مصارف حکومت اُٹھاتی ہے مگر قدیم طرز اس کے برعکس تھا، اس طریق تعلیم میں علماء وفضلاء بطور خود کسی معاوضے کے بغیر طلباء کو تعلیم دیتے تھے حکومت کے فرائض میں یہ بات داخل تھی کہ ایسے لوگوں سے باخبر رہے اور ان کو مالی مدد بہم پہنچانے کا بندوبست کرے۔ طلباء کی تعلیم اور اُن کے قیام کا کام بالعموم مسجدوں اور خانقاہوں کے حجروں سے لیا جاتا تھا۔

دیوبند میں یہ خانقاہ دینی علوم کی اولین شعاع تھی جس کو گیارہویں صدی کے اوائل میں حضرت سیّد محمد ابراہیم قدس سرہ کے مقدس ہاتھوں نے روشن کیا تھا۔ مشہور روایت ہے کہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) جب دیوبند تشریف لائے ؎ تو فرمایا ''یہاں سے علم کی بوآتی ہے''۔ سیّد احمد شہیدؒ کے اس ارشاد کو دارالعلوم کی نسبت بطورِ مکاشفہ پیش گوئی کہا جاتا ہے۔ مگر درحقیقت حضرت شہیدؒ نے جس بو کا ذکر کیا تھا وہ اسی گلدستۂ علم کی بوتھی، جو سیّد شہیدؒ کی تشریف آوری کے قریبی زمانے تک موجود تھا، تحریکِ دارالعلوم کے پس منظر کا اگر غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے تو من جملہ دوسرے اسباب کے قیام دارالعلوم کا ایک بڑا سبب یہ خانقاہ اور اس کا مدرسہ بھی ہے۔ چنانچہ حضرت بندگی محمد اسمٰعیلؒ کے فرزند محمد عارفؒ (وفات ۱۰۹۳ء) کے نام عہدِ عالمگیری میں جو پروانہ صادر ہوا اُس میں مرقوم ہے :

''متصدیان مہمات حال واستقبال پرگنہ دیوبند بدانند کہ چوں مولذی ہفتاد و یک بیگہ نہ بسوہ زمین بگوالہی منجملہ پانصد بیگہ بموجب اسناد و حکام و بموجب پروانہ بمہر ایں جانب باسم غفران پناہ شیخ محمد عارف ولد مغفرت پناہ بندگی حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ از قدیم الایام بجہت خرچ خانقاہ از پرگنہ مذکورہ مقرر است معارف آگاہ شیخ محمد عارف مرحوم ودیعت حیات سپرد دریں ولد شیخ وجیہہ الدین پسر شیخ مرحوم بصلاح وتقوی آراستہ لیاقت تمام دارد بجائے پدر خود خانقاہ بتدریس وتذکیر با جماعت طالب علمان وفقراء وصوفیان مشغول است و خرچ خانقاہ فی سبیل اللہ مصروف ست بنابراں تصدق فرق بارک بندگان حضرت سلیمان منزلت زمین وزمان باعث امن الامان.......موازی مسطور بدستور سابق از محل قدیم باسم پسر شیخ مرحوم مذکور، بموجب خمس شرط قبض وتصرف آں مقرر مسلم داشتہ شد کہ حاصلات آں رافصل بفصل وسال بسال صرف معیشت طالب علمان وفقراء و صوفیان خانقاہ خود نمودہ بدعا گوئے دوام و دولت ابد اشتغال می نمودہ باشد۔ تحریر فی التاریخ ہفتدہم شہر شوال المکرم ۲۶ھ۔

یہ پروانہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں غضنفر خاں فوجدار دوآبہ کی مہر سے ۲۷ر شوال ۲۶ جلوس عالمگیری

؎ تاریخ دیوبند ص ۲۰۴ تا ۲۱۳

مطابق ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۱ء میں جاری ہوا ہے، اسی طرح کا ایک دوسرا پروانہ امرائے عالمگیری میں محمد عرب ابن خسرو محمد کی مہرودستخط سے ۱۱رشعبان المعظم ۳۰ جلوس مطابق ۱۰۹۷ھ/ ۱۶۸۵ء کو جاری ہوا ہے۔ یہ دونوں پروانے اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ (تذکرہ سادات ص ۱۵و۱۶)

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جولوگ علم اور دین کی خدمات محض لوجہ اللہ انجام دیتے تھے حکومت اُن کو مالی امداد بہم پہنچاتی تھی تا کہ وہ فراغت اور سکون خاطر کے ساتھ دینی خدمات انجام دینے میں مشغول رہیں۔

ایسے علماء ومشائخ جومتو کلانہ طور پر تمام عالم سے بے نیاز ہو کر شبانہ روز درس وتدریس اور رشد وہدایت میں اپنے آپ کو مصروف رکھتے تھے مغلیہ عہدِ حکومت میں اُن کے خورد ونوش کے لیے حسبِ ضرورت جو زمین دی جاتی تھی سرکاری مال گذاری سے مستثنٰی ہوئی تھی، اُسے ''مدد معاش'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا جن وجوہ سے ''مدد معاش'' دی جاتی تھی اس کے لیے ایک مستقل محکمہ قائم تھا۔ نہایت راست باز اور دیانتدار اشخاص اس محکمے کے لیے منتخب کیے جاتے تھے، اُن کے لیے ضروری تھا کہ ایسے لوگوں کے حالات سے باخبر رہیں جن کے لیے ''مدد معاش'' ضروری ہو۔ اس محکمے کا افسر اعلیٰ ''صدر'' کہلاتا تھا، قاضی اور میر عدل اس کے ماتحت ہوتے تھے، صدر کے کاموں میں مدد دینے کے لیے ایک عہدہ ''دیوانِ سعادت'' کا بھی ہوتا تھا، تفصیل کے لیے دیکھئے آئینِ اکبری مصنفہ شیخ ابوالفضل آئینِ سبورغال۔

فرامینِ شاہی اور پروانہ جات میں ان حضرات کی نسبت یہ الفاظ لکھے گئے ہیں: ''غفران پناہ''، ''مشیخت پناہ''، ''حقائق ومعارف آگاہ'' ان الفاظ سے ان حضرات کے علم وفضل، زہد وتقوٰی، شرف ومجد، قدر ومنزلت اور ان کی علمی ودینی خدمات کا فی الجملہ اندازہ کیا جاسکتا ہے، آخری دور میں خاندان کے ایک بزرگ سیّد نور الحق کا وظیفہ نواب نجیب الدولہ (وفات ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۰ء) کی سرکار سے جاری تھا۔ حضرت جدِ اعلیٰ کے زمانہ سے لے کر ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء کی آتشزدگی تک خانقاہ میں ابًا عن جدٍ درس وتدریس اور بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عہد کی بعض علمی یادگاروں میں سیّد وجیہہ الدین اور سیّد محمد صابر کے لکھے ہوئے چند فتاوٰی ہیں جو فرائض (تقسیم ترکہ) سے متعلق ہیں، سیّد محمد صابر کے فتوٰی پر ۱۲۴۶ھ اور سیّد وجیہہ الدین کے فتوٰی پر ۱۲۵۱ھ کی مہر ثبت ہے۔ جب آتشزدگی میں خانقاہ تباہ وبرباد ہوئی (اس کا ذکر آگے آتا ہے) تو سارا نظام درہم برہم ہوگیا، خاندانی روایات اور بعض ان مختلف کاغذات سے جو زمانے کے دستبرد سے محفوظ رہ گئے ہیں اس زمانے کے کسی قدر حالات کا پتہ چلتا ہے۔

عہد فرخ سیر (۱۱۲۴ھ/۱۲/۱۷۱ء۔ ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) کے ایک پروانے میں مرقوم ہے:

متصدّیان مہماتِ حال واستقبال پرگنہ ملہی پور سرکار سہارنپور مضاف صوبہ دارالخلافہ بدانند موضع

محمد پور عرف داکولی درزمینداری سیادت مآب سیّد وجیہہ الدین وسیّد نظام الدین ۵ مقرر است می باید کہ دراستمالت وپرداخت مزارعان موضع مذکور دریں باب تاکید اکید دانند، تحریر ہفت دہم شہر ذیقعدہ ۵ (۱۱۲۸ھ) پروانے پر سید نجم علی خاں کی مہر ثبت ہے۔

محمد شاہ بادشاہ (۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء۔۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۷ء) کے عہد میں سیّد ابرار اللہ بن فضل اللہ کو دیو بند اور اس کے اطراف وجوانب کا قاضی مقرر کیا گیا۔ان کے فرائض میں فصلِ قضایا (مقدمات اور نکاح خوانی کے علاوہ جمعہ کی خطابت وامامت بھی شامل تھی، خاندان کے وہ افراد جن سے محکمہ قضاء متعلق تھا دیو بند سے ترکِ وطن کر کے قریب کے ایک قصبہ رامپور (ضلع سہارنپور) چلے گئے اور وہیں اب تک آباد ہیں۔محمد شاہ کا وہ فرمان جس کی رو سے سیّد ابرار اللہ کو محکمہ قضا سپرد کیا گیا، اس کی نقل یہ ہے :

نقل سند قضاءت محمد شاہ بادشاہ مہری خان ترخان

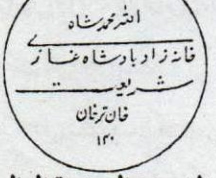

عن الديوان الصدرة العالية العلية

گماشتہائے جاگیرداران وکروڑیان وجمہور سکنہ پرگنہ دیو بند سرکار سہارنپور صوبہ دار الخلافہ شاہ جہاں آباد را اعلام آنکہ

حسب الحکم جہاں مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع منصب قضائے پرگنہ مسطور معہ سواد قصبہ ودہات متعلقہ است سیّد ابرار اللہ بن فضل اللہ مقرر ومفوض گشتہ فرمان والا شان درست می شود باید کہ بر طبق حکم فیض شیم ....مشار الیہ قاضی آنجا دانستہ دست قصدی مومیٰ الیہ درامورِ متعلقہ الخذمت مستقل دانند ودیگرے را سہیم وشریک اوندانندو......کہ بمہر اد شمارند کہ کما ینبغی بلوازم منصب مزبور قیام نمودہ درفصل قضایا وخصومات واجرائے حدود وتعزیرات واقامت جمعہ و......تجاویز......فیصلہ......والنکاح من الدولی × وقسمت تبرکات وحفظِ اموال غیب واہتمام وتعین اوصاد نصب قوام مساعی موفورہ......دریں باب مرعی داشتہ حسب المسطور بعمل آرند۔بتاریخ غرہ شہر ذی الحجہ ۲۳ جلوس والا قلمی شد رص (مطابق ۱۱۵۴ھ/ ۴۲۔۱۷۴۱ء) بتاریخ ذی الحجہ ۲۳ جلوس والا داخل سیاہہ شد بتاریخ غرہ شہر ذی حجہ ۲۳ جلوس والا نقل بدفتر دیوان الصدارت رسید معہ خرچہ دلیل ۶

۵ سیّد نظام الدین نے ۲۵رشوال ۱۲۵۱ھ کو وفات پائی ۶ فرامین سلاطین مرتبہ مولوی بشیر الدین مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۴۴ھ ص ۱۵۳ و ۱۵۴

نوٹ : یہ سند بہت بوسیدہ ہے، اس کے کاغذ پر سنہری پھول بنے ہوئے ہیں طول و عرض ۱۲×۱۹ انچ ہے، جن مقامات پر حروف مٹ گئے ہیں، وہاں نقطے لگا دیئے گئے ہیں۔)

بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں خانقاہ کو ایک زبردست حادثہ پیش آیا جس میں خانقاہ کی چہار دیواری اور مسجد بھی منہدم ہوگئی۔ ہوا یہ کہ ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء میں جو مغل سلطنت کے زوال اور طوائف الملوکی کا زمانہ تھا دہلی کی مرکزی حکومت اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ ملک میں امن وامان قائم رکھنے کی صلاحیت بھی اس سے رخصت ہوچکی تھی اس وقت شمالی ہند میں سکھوں کی تاخت وتاراج اور لوٹ مار اپنے شباب پر تھی۔ سکھوں کے ایک بڑے گروہ نے جو ایک لاکھ سوار پیادوں پر مشتمل تھا دیوبند پر قزاقانہ حملہ کیا، لوٹ مار کے دوران میں جن لوگوں نے مزاحمت کی سکھوں نے قابو پا کر اُن کے مکانوں کو لوٹ کر آگ لگادی، اس حادثے میں دیوبند کے کئی محلے جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے، خانقاہ کے ساتھ بھی یہی تباہی پیش آئی، چونکہ خانقاہ دیوبند کی آبادی سے باہر ایک کھلے مقام پر واقع تھی اور حفاظت کے وہ ذرائع جو شہر میں حاصل تھے یہاں موجود نہ تھے اس لیے لوٹ مار کرنے والوں نے یہاں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی، اس حادثے میں خانقاہ اس طرح تباہ و برباد ہوئی کہ بعد میں پھر اس کی تلافی نہ ہوسکی۔ ایک یادداشت میں مرقوم ہے کہ :

"۹ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء کو سکھوں کے ایک لاکھ سوار پیادوں نے دیوبند پر حملہ کیا، ہماری آبادی (خانقاہ) کا محاصرہ کرکے ہمارے مکانوں کو لوٹ کر آگ لگادی، انھوں نے ہمارے گھروں میں نقد، زیور اور برتن وغیرہ کوئی چیز نہیں چھوڑی، یہ لوگ ۱۸ دن تک یہاں ٹھہرے اور نہایت اطمینان کے ساتھ انھوں نے ہمارے گھروں کو لوٹا اور پھر نذرِ آتش کردیا، ان غارت گروں کے چلے جانے کے بعد ہم اپنے سوختہ گھروں میں داخل ہوئے، اپنے مقتولوں کی تجہیز و تکفین کی، شاہی فرامین اور دستاویزات میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سب جل کر راکھ بن گئی تھیں"۔ [ے]

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

دیوبند کی تاریخ میں یہ وہ قیامت خیز سانحہ ہے جس نے ڈیڑھ سو سال کی شمع علم کو ایسا بجھایا کہ آج اس کے آثار و نقوش ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے۔

ایسا مٹا چمن کہ نشاں تک نہیں رہا

دیوبند پر سکھوں کے اس حملہ کی پوری تفصیل تاریخ دیوبند میں درج ہے۔ حضرت سیّد محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ دیوبند کی آبادی سے باہر جنوب کی جانب دیوی کنڈ کے قریب واقع تھی، خانقاہ کی عمارت کا کوئی حصہ اب موجود نہیں

[ے] تفصیل کے لیے دیکھئے تاریخ دیوبند ص ۱۷۹-۱۸۲

ہے، مذکورہ بالا حادثے میں تمام عمارتیں منہدم ہوگئی تھیں صرف جابجا چہاردیواری کے آثار پائے جاتے ہیں، حضرت سیّد صاحب کی اولاد مدت ہوئی شہر میں منتقل ہوچکی ہے، صرف ایک دو گھر باقی رہ گئے ہیں اور وہ بھی خستہ حال اور روایات اسلاف سے محروم ہیں، آج کل یہاں زراعت پیشہ لوگ آباد ہیں۔ اب یہ جگہ ''سرائے پیرزادگان'' کے نام سے موسوم ہے سکھوں کے حادثے میں خانقاہ کی دوسری عمارتوں کی طرح مسجد بھی جو عہدِ جہانگیری کی تعمیر تھی منہدم ہوگئی تھی، ساداتِ رضویہ کے مشہور بزرگ حضرت سیّد محمد انور صاحبؒ نے ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں قدیم بنیاد پر از سرِ نو مسجد تعمیر کرائی، مسجد میں جو کتبہ نصب ہے وہ اسی دوسری تعمیر کا ہے۔ (تذکرہ ساداتِ رضویہ ص ۱۶ تا ۱۸)

رضوی صاحب لکھتے ہیں :

''اس زمانے کی علمی تاریخ کو سمجھنے کے لیے اس بات کا پیشِ نظر رہنا نہایت ضروری ہے جس کے بغیر تاریخ کا کوئی طالب علم حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ یہ ہے کہ اس دور میں علم آج کل کی طرح مدارس کے احاطے اور دیواروں کی قید و بند میں مقید اور محدود نہ تھا، مدارس کے لیے مستقل عمارتیں بنانے کے بجائے اس زمانے میں زیادہ تر یہ کام مسجدوں اور خانقاہوں کے حجروں، علماء کے مکانات اور امراء کی ڈیوڑھیوں سے لیا جاتا تھا۔ تعلیم مفت ہوتی تھی غریب طلبہ کے کھانے، کپڑے اور لکھنے پڑھنے کے لیے کتابیں وغیرہ بغیر کسی معاوضہ کے مہیا کی جاتی تھیں۔ علماء کے علاوہ امراء بھی عموماً صاحبِ علم و فضل ہوتے تھے اپنے کاموں کے علاوہ درس و تدریس بھی ان کی زندگی کا عزیز ترین مشغلہ ہوتا تھا۔

منتخب التواریخ میں بدایونی نے لکھا ہے کہ :

''میر فتح اللہ شیرازی جو اکبر کے عہد میں وزارت پر فائز تھا وقتاً فوقتاً طلبہ کو درس دیتا رہتا تھا۔'' (منتخب التواریخ بدایونی ذکر میر فتح اللہ شیرازی)

عربی صرف کی مشہور کتاب ''علم الصیغہ'' اور'' تاریخ حبیب اللہ'' کے مصنف مفتی عنایت احمد (وفات ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء) منصف کے عہدہ پر فائز تھے عدالت میں بھی شاگردوں کا مجمع ساتھ رکھتے تھے دورانِ مقدمات جہاں فرصت ملتی درس شروع ہوجاتا تھا۔ (استاذ العلماء ص ۵ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ساری عمر مطابع میں تصحیح کتب کا کام کرتے رہے مگر اسی کے ساتھ درس و تدریس کی مجلس بھی گرم رہتی تھی (سوانح قاسمی ص ۲۰ و ۲۱)۔ اب سے کچھ عرصہ تک ایسے علماء موجود تھے جنہوں نے گنگوہ کی خانقاہ قدوسی میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے علم حدیث کی تحصیل کی ہے۔ (تاریخ دیوبند ص ۲۶۴ و ۲۶۵)

مسجدوں میں اکثر و بیشتر ایسی عمارتیں بنائی جاتی تھیں جو طلبہ کے درس وتدریس اور قیام کے کام میں آسکیں چنانچہ اس زمانے کی اکثر مساجد کے صحنوں کے اطراف میں حجروں اور دالانوں کا وسیع سلسلہ نظر آتا ہے۔ دہلی میں مسجد فتحپوری جو شاہجہان کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی اسی طرز کی قدیم یادگار ہے مسجد فتحپوری کے وسیع صحن کے گرد جو حجرے اور دالان بنے ہوئے ہیں وہ آج بھی اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ جون پور کی مسجد اٹالہ کے صحن کے اطراف میں درس وتدریس کے لیے دالان بنائے گئے، دیو بند کی جامع مسجد میں بھی اسی طرز پر حجرے اور دالان بنے ہوئے ہیں۔ جب تک دارالعلوم کی موجودہ عمارت تیار نہیں ہوئی مسجد ہی سے مدرسہ کا کام بھی لیا جاتا تھا۔

عموماً ہمارے بڑے بڑے مدرسوں کا آغاز مسجدوں ہی سے ہوا ہے۔ جامع ازہر (مصر) قاہرہ، جامع قزوین (مراکش کے شہر فاس میں) اور جامع زیتونہ اس کی مثالیں ہیں۔ جامع قزوین ازہر سے بھی پرانی ہے کچھ عرصہ قبل مراکش کے بادشاہ حسن الثانی نے اس کے گیارہ سو سال پورے ہونے کا جشن بڑی دھوم دھام سے منایا تھا۔ یہ صرف مسجدیں ہی نہ تھیں بلکہ اپنے وقت کی عظیم درسگاہیں بھی تھیں جن میں تعلیم کے علاوہ قیام اور خورد ونوش کی تمام سہولتیں طالبانِ علم کو حاصل ہوتی تھیں۔ غرض کہ اس طرح برطانوی عہد سے پہلے ملک میں مدارس کا جال بچھا ہوا تھا اور گھر گھر علم کا چرچا رہتا تھا۔ مسجدیں اور خانقاہیں اہلِ علم کی آوازوں سے ہر وقت گونجتی رہتی تھیں یہی وجہ تھی کہ مدارس کے لیے مستقل عمارتیں بنانے کا رواج اُس زمانے میں بہت کم تھا۔

آخری زمانہ میں دیو بند میں قدیم طرز کے صرف تین مدرسوں کا پتہ چلتا ہے ایک مدرسہ مولوی مہتاب علی کا تھا حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی کی عربی تعلیم کا آغاز اسی مکتب سے ہوا تھا۔ دوسرا میاں جی امام علی کا تھا جو امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے۔ اور تیسرے مدرسہ میں جو بحال سنگھ معّر رئیس دیو بند کے مکان پر جاری تھا۔ دیو بند کے مشہور بزرگ میاں جی منّے شاہ صاحبؒ پڑھاتے تھے ان مدرسوں میں ہندو اور مسلمان بچے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے نصابِ تعلیم میں فارسی زبان اور حساب داخل تھا۔ اگرچہ ان مدارس کی تعلیم آج کل کی طرح باضابطہ نہ تھی مگر استادوں کا فیضانِ نظر شاگردوں میں غیر معمولی صلاحیت، علمی پختگی اور اخلاقی درستگی پیدا کر دیتا تھا جن لوگوں کو ان مدرسوں کے پڑھے ہوئے اشخاص سے واسطہ پڑا ہے وہ اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت مسلمانوں کے نقشِ قدم پر قائم ہوئی تھی اس کی حکومت نے سلطنتِ مغلیہ کی جگہ پائی تھی۔ اٹھارویں صدی کے اواخر میں کمپنی کی حکومت نے کلکتہ اور دہلی میں مشرقی علوم کے ادارے قائم کیے، عام شہروں اور قصبات میں مڈل اسکول جاری کیے گئے ان اداروں میں جو نصاب جاری کیا گیا اس کا مقصد کمپنی کی حکومت کے لیے کارکن پیدا کرنا تھا۔ (تاریخ دیو بند از ص ۲۶۵ تا ۲۶۸ ملخصاً) (جاری ہے)

☆☆☆

قسط : ۳، آخری

ہندوستان اور پاکستان کے علماء کرام نے جہاں موجودہ دور کے اقتصادی اور معاشی نظام میں غلط اور حرام چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے وہیں اسلامی قوانین کی روشنی میں ان کی جائز اور قابلِ عمل متبادل صورتیں بھی پیش فرمائی ہیں جس سے مغرب کے ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں مزید کھل کر سامنے آجاتی ہیں اور اسلام کے اقتصادی نظام کی ہمہ جہتی بھی خوب اُجاگر ہوجاتی ہے اس موضوع کی مخصوص اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ادارہ اسلامی اقتصادی اور بینکاری کے ماہر علماء کرام کو اپنی قیمتی تحقیق اور تجاویز کو منظرِ عام پر لانے کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا ہے تاکہ اس کا دائرہ وسیع ہوکر اس کے مخفی گوشوں کو مزید اُجاگر کردے تاکہ وہ ایک دوسرے کے نکتہ نظر سے آگاہ ہوسکیں اور آراء کا باہمی اختلاف کم سے کم ہوکر یک جہتی پیدا کردے اور خوب سے خوب تر کا حصول آسان ہوجائے۔

زیرِ نظر مضمون جامعہ مدنیہ لاہور کے مفتی حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مد ظلہم کا تحریر کردہ ہے اور موجودہ دور میں جدید اسلامی بینکاری سے متعلق ہے۔ ادارہ دیگر اہلِ علم کی اسلامی اقتصادی اور معاشی تحقیقات کو بھی منظر عام پر لانے کی خدمت میں خوشی محسوس کرے گا۔ (ادارہ)

پاکستان میں رائج کردہ اسلامی بینکاری

کے چند واجبِ اصلاح اُمور

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالوحد صاحب ﴾

5۔ انشورنس اور تکافل :

میزان بنک جو کہ "The Premier Islamic Bank" ہونے کا مدعی ہے اور جس کے شرعی مشیر مولوی عمران اشرف صاحب ہیں، کار اجارہ کی سکیم میں انشورنس کو اختیار کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے ہی نام پر خود انشورنس کرواتا ہے اور انشورنس کو بامرِ مجبوری اختیار کرتا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ تکافل کا نظام قائم ہونے پر انشورنس کو تکافل سے بدل لیا جائے گا۔

انشورنس تو یقیناً ناجائز ہے۔ اسلامی بینکاری کو خواہ کتنی ہی مجبوری سمجھ کر اور جزوی طور پر سہی انشورنس پر چلانا ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ گاہک جو کار وغیرہ کو اجارہ پر لیتا ہے بینک کے انشورنس میں مبتلا ہونے کا سبب بنتا ہے اور چونکہ اس کو علم

ہے کہ بینک ایسا کرے گا تو سبب بننے کی وجہ سے وہ بھی گناہ سے نہ بچ سکے گا۔

رہا تکافل کا نظام تو عمران اشرف صاحب لکھتے ہیں :

" If the leased property is insured under the Islamic mode of Takaful,it should be at the expense of the lessor and not at the expense of the lessee,as is generally provided in the agreements of the current financial leases."(Islamic Banking:p.158)

''اگر اجارہ پر دیے ہوئے سامان کی اسلامی طریقہ تکافل کے تحت انشورنس کی گئی ہو تو اس کا خرچہ اجارہ پر دینے والے کے ذمہ ہوگا نہ کہ لینے والے کے ذمہ جیسا کہ موجودہ مروجہ مالیاتی اجاروں میں ہو رہا ہے۔''

دارالعلوم کراچی کی مجلس تحقیق کی جانب سے ''تکافل کا نظام'' جو تجویز کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے :

(1) (i) تکافل کمپنی کے حصہ دار (یا مساہمین) اپنے طور پر غیر منقولہ یا منقولہ یا دونوں قسم کی جائیداد وقف کریں جن کو محفوظ رکھا جائے گا اور ان کی آخری جہت قربت یعنی فقراء و مساکین پر صدقہ ہوگی۔

(ii) یہ حصہ دار تکافل فنڈ کے متولی بھی ہوں گے اور اس فنڈ کا انتظام وانصرام کریں گے اور اس پر اسی فنڈ میں سے متعین اُجرت وصول کریں گے خواہ متعین رقم کی صورت میں یا حصہ متناسبہ کی صورت میں۔

(iii) پھر یہی حصہ دار اور متولی تکافل فنڈ کے لیے بطورِ مضارب بھی کام کر سکتے ہیں اور مضاربت کے نفع میں سے اپنا حصہ بھی لے سکتے ہیں۔

(2) پالیسی ہولڈر (یا حملۃ الوثائق) پریمیم کی طرح جو رقم جمع کرائیں گے وہ بھی تکافل فنڈ میں جمع ہو کر وقف ہوگی۔

(3) وقف کے اپنے قواعد وضوابط میں یہ شامل ہوگا کہ حاملین وثائق یعنی پالیسی ہولڈروں میں سے جو جتنی رقم وقف میں جمع کرائے گا اسی کے حساب سے وقف فنڈ (یعنی تکافل فنڈ) میں سے اس کے ہونے والے نقصان کی تلافی کی جائے گی۔

(4) نقصان کی صورت میں پالیسی ہولڈر اپنے سابقہ دیے ہوئے چندوں (یعنی ادا کیے ہوئے پریمیم) کی بنیاد پر اپنے نقصان کی تلافی کا دعوٰی نہ کرے بلکہ یوں دعوٰی کرے کہ میں وقف کے قواعد وضوابط کی بنیاد پر وقف کی طرف سے نقصان کی تلافی کا حقدار ہوں ۔(ماخوذ از کارروائی مجلس برائے غور وفکر ''شرکۃ التکافل'') دارالعلوم کراچی دسمبر 2002ء

ہم کہتے ہیں اس نظام میں دو سقم ہیں :

(1) حصہ دار جو خود واقف بھی ہیں اور متولی بھی ہیں وہ خود ہی مضارب بھی بن جاتے ہیں حالانکہ مضاربت تو دو فریقوں کے درمیان عقد ہوتا ہے جس میں ایک کی جانب سے مال ہوتا ہے اور دوسرے کی جانب سے عمل ہوتا ہے۔ چونکہ حصہ دار وقف کے اور تکافل فنڈ کے متولی ہیں لہٰذا وہ رب المال کے حکم میں ہیں وہ مضارب نہیں بن سکتے ۔اگر یہ خیال کیا جائے کہ تکافل کمپنی تو خود ایک person ہے لہٰذا اس کو رب المال سمجھ کر متولی مضارب بن سکتا ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ کمپنی بذاتِ خود ایک معنوی شخصیت ہے حقیقی نہیں جو کسی قسم کا ایجاب وقبول یا کسی قسم کا تصرف کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی ۔متولی اس کی نمائندگی کرتا ہے اور اس کو Represent کرتا ہے لہٰذا وہ رب المال کا کردار تو ادا کر سکتا ہے لیکن مضارب نہیں بن سکتا۔

(2) حاملین وثائق ظاہر ہے کہ پریمیم یا چندہ اسی نیت سے دیں گے کہ نقصان کی صورت میں اس کا ازالہ ہو سکے گا۔اس نیت کے ہوتے ہوئے اس چندے یا پریمیم کے وقف کرنے کی نیت خالص نہ رہے گی ۔رہا یہ خیال کہ واقف کوئی چیز وقف کرتے وقت اس سے خود نفع اُٹھانے کی نیت کرے تو شریعت میں یہ جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔خود نفع اُٹھانے کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک یہ کہ یہ خود بھی اور دیگر لوگ بھی اس سے نفع اُٹھاتے ہوں یکون دلوہ فیہ کدلاء المسلمین اور دوسری یہ کہ اپنی موت تک خود نفع اُٹھائے بعد میں فقراء کے لیے ہو۔ان دونوں صورتوں میں فقراء کے لیے وقف جب اور جتنا ہے وہ بلا مزاحم ہے اور نیت میں کچھ خلل نہیں آتا جبکہ زیرِ بحث صورت میں آدمی بظاہر وقف کر رہا ہے لیکن یہ نیت ناگزیر ہے اور مزاحم ہے کہ میں یہ اپنے نقصان کے تدارک کے لیے وقف فنڈ میں رقم جمع کر رہا ہوں اور بوقتِ ضرورت جمع کرائی ہوئی رقم سے کہیں زیادہ تدارک حاصل ہوگا۔اور جب نیت کے خلوص میں فرق آئے گا تو قمار اپنی صورت دکھائے گا۔

یہ کہنا کہ پالیسی ہولڈر کا دینا محض تبرع ہے اور لینا وقف کے قواعد کے تحت ہے تو ایسا امتیاز کتابوں کی حد تک تو ہو سکتا ہے عوام کا اپنی نیتوں میں اس کا امتیاز کرنا اور اس کو برقرار رکھنا عملی اعتبار سے تقریباً ناممکن ہے۔

ہنڈی(Bill of Exchange) کامسئلہ :

اسی طرح کی خرابی اس تدبیر میں بھی پائی جاتی ہے جو Bill of Exchange کے سلسلہ میں بتائی گئی ہے عمران اشرف صاحب لکھتے ہیں :

" The exporter with the bill of exchange can appoint the bank as his agent to collect receivable on his behalf.The bank can charge a fee for this service and can provide interest fee loan to the exporter which is equal to the amount of the bill,and the exporter will give his consent to the bank that it can keep the amount received from the bill as a payment of the loan.

Here two processes are separated and thus two agreements will be made.One will authorize the bank to collect the loan on his behalf as an agent,for which he will charge a particular fee. The second agreement will provide interest free loan to the exporter,and authorize the bank for keeping the amount received through bill as a payment for loan.

These agreements are correct and allowed according to Shariah because collecting fee for service and giving interest free loan is permissible." (Islamic Banking:pp198/199)

''برآمد کنندہ جس کے پاس ہنڈی ہے وہ بینک کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف سے رقم وصول کرے۔اس کام کے لیے بینک اُجرت وصول کرسکتا ہے اور ساتھ ہی برآمد کنندہ کو اتنی رقم کا غیر سودی قرضہ جاری کرسکتا ہے جو ہنڈی کی رقم کے برابر ہو۔ نیز برآمد کنندہ بینک کو اپنی یہ

رضامندی دے سکتا ہے کہ وہ ہنڈی کی رقم وصول ہونے پر اس کو قرض کی واپسی میں شمار کر لے۔

یہاں دو جدا جدا عمل ہیں لہٰذا معاہدے بھی دو ہوں گے۔ایک معاہدے کے تحت بینک کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ہنڈی کی رقم برآمد کنندہ کے لیے وصول کرے اور اِس پر مخصوص اُجرت لے۔دوسرے معاہدے کے تحت بینک برآمد کنندہ کو غیر سودی قرضہ مہیا کرے گا نیز بنک کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ہنڈی کی رقم اپنے قرض کی واپسی میں رکھ لے۔

یہ معاہدے شریعت کی رو سے درست اور جائز ہیں کیونکہ کسی خدمت پر اُجرت لینا بھی جائز ہے اور غیر سودی قرضہ دینا بھی جائز ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہنڈی یعنی (Bill of Exchange) کو مثلاً برآمد کنندہ بینک کے پاس لے جائے جو رقم کی وصولی کے لیے برآمد کنندہ سے اپنی فیس وصول کرے۔البتہ بینک برآمد کنندہ کو علیحدہ سے بل کی رقم کے برابر غیر سودی قرضہ بھی دے۔یہ دو معاملات علیحدہ علیحدہ کیے جائیں۔

یہ تدبیر بالکل غیر مناسب ہے کیونکہ ان دو معاملات کو علیحدہ علیحدہ کرنے کے باوجود ان میں وہ خرابی موجود رہتی ہے جو ان کے اکٹھے ہونے میں سمجھی گئی ہے۔وہ اس طرح سے کہ بینک کی پالیسی کو قانونی حیثیت حاصل ہوتی ہے جس پر اُس کا مواخذہ ہوسکتا ہے لہٰذا برآمد کنندہ جب اپنے بل کی وصولی کے لیے فیس اور اُجرت دے گا تو قانونی طور پر بینک قرضہ وصول کر سکتا ہے گویا قانونی اعتبار سے اجارہ قرض کے ساتھ مشروط ہوسکتا ہے۔یہ شرط اس طرح کی نہیں جس پر فریقین نے پہلے سمجھوتہ کر لیا ہو اور عقد میں اس کو ذکر نہ کیا ہو کیونکہ اس شرط کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی علاوہ ازیں **المعروف کالمشروط** کا قاعدہ بھی یہاں چلتا ہے لہٰذا اجارہ فاسد ہوگا۔

❁ ❁ ❁

اپیل برائے دُعائے صحت

جامعہ مدنیہ کے سابق مفتی و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم طویل عرصہ سے شدید علیل ہیں۔قارئین کرام سے دُعاء صحت کی خصوصی درخواست کی جاتی ہے۔(ادارہ)

❁ ❁ ❁

قسط : ۴، آخری

میجر جنرل تجمل حسین ملک مرحوم کی تعزیت کی مناسبت سے حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز اور مدیر انوارِ مدینہ کے نام ساہیوال جیل سے ان کے سیاسی اور تاریخی خطوط کی سلسلہ وار اشاعت کی چوتھی قسط۔ (ادارہ)

اکابر کی جدوجہد تاریخی خطوط کی روشنی میں

ترتیب : مولانا سید محمود میاں صاحب

۷۸۶

تجمل

۸۱-۹-۲

محترمی و مکرمی جناب شاہ صاحب مدظلہم

السلام علیکم۔ آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ شکریہ۔ آپ نے جو وظیفہ لکھ کر بھیجا ہے اس پر کسی حد تک عمل کر رہا ہوں۔ یعنی بارہ ہزار کی بجائے بارہ سو۔ ویسے تو اگر میں اپنے موقف سے ہٹ جاتا اور ان سے معافی مانگ لیتا تو مجھ پر مقدمہ چلاتے ہی نہ۔ لیکن چونکہ جہاں تک میں نے قرآن کو سمجھا ہے اس کے مطابق موجودہ نظامِ حکومت غیر اسلامی ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکومت نہیں کرتے وہ کافر ہیں، وہ ظالم ہیں اور وہ فاسق ہیں۔ یہی سوال میں نے مفتی صاحب مرحوم سے عدالت کے سامنے پوچھا تھا اور انہوں نے میرے موقف کی مکمل طور پر تائید کی تھی۔ لہٰذا موجودہ حکومت سے میرا اختلاف بنیادی نوعیت کا ہے جو کچھ آج کل ہو رہا ہے میں اس کو منافقت سمجھتا ہوں۔ موجودہ طرزِ حکومت کو کسی شکل میں اسلامی نظام نہیں کہا جاسکتا، نہ ہی چند اسلامی قوانین کا پیوند لگانے سے اسلامی نظام کہا جاسکتا ہے۔ اس کو تو بقول مولانا رومی ؎

بر بنائے کہنہ کہ آباداں کنند
اول آں بنیاد را ویراں کنند

میں جب بھی امام خمینی کی مثال دیتا ہوں تو صرف اس لیے کہ باوجود اس کے کہ وہاں بہت قتل وغارت ہوئی ہے بہت سے بے گناہ لوگ مارے گئے ہوں گے۔ شیعہ فقہ ہماری فقہ سے بہت مختلف ہے۔ لیکن اتنا انہوں نے ضرور کیا ہے کہ اپنے نظریہ کے مطابق ایک مکمل طور پر نیا نظام نافذ کردیا ہے۔ اڑھائی ہزار سال پرانی بادشاہت کو جڑ سے اُکھیڑ پھینکا ہے اشتراکیت کا خاتمہ کردیا ہے۔ شراب، جوا، عصمت فروشی اور تمام نشہ آور چیزوں کا نشان تک مٹادیا ہے۔ ایک دو موقع پر سنگسار بھی کیا ہے۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ان کا فقہ غلط سہی لیکن بعض قرآنی احکامات ایسے ہیں جس پر کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا جیسے شراب، جوا، زنا، سود اِن سب چیزوں کا انہوں نے خاتمہ کردیا ہے اور صرف اڑھائی سال کے عرصہ میں۔ ہمارے ہاں آج بھی یہ سب چیزیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ان سب چیزوں کی کسی نہ کسی شکل میں سرکاری طور پر اجازت ہے۔ اس طرح شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے اُمرا اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔ **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر**۔ اب اگر اسی آیت کو دیکھا جائے کہ تم میں ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کرے، نیک کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکا کرے، تو موجودہ حالات میں **یدعون الی الخیر** والا گروہ تو موجود ہے یعنی مولانا درخواستی صاحب کے مطابق تبلیغ کا سلسلہ تو جاری ہے لیکن میرا سوال یہ ہے **یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر** یعنی نیک کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکا کرے۔ یہ کام کون کرے گا۔ صرف تبلیغ کے پہلے حصہ پر عمل تو پورا ہو رہا ہے لیکن باقی دو حصہ پر عمل بغیر اقتدار حاصل کیے کیسے کرایا جاسکتا ہے۔ اس لیے جب تک علمائے دین اقتدار حاصل نہیں کر لیتے تب تک فوجی حکمرانوں کے ذریعے اسلامی نظام کا نفاذ ناممکن ہے اس لحاظ سے ایران کے علمائے دین سبقت لے گئے کہ انہوں نے پورے ملک پر مکمل طور پر اقتدار حاصل کرلیا ہے اور شیعہ فقہ کے مطابق مکمل نظام نافذ کرلیا ہے اسی طرح کمیونسٹ گو بے دین لوگ ہیں لیکن اپنے نظریہ کے مطابق دُنیا کی قریباً نصف آبادی اشتراکی نظام کے زیرِ تسلط آچکی ہے اور وہ لوگ بھی قربانیاں دے کر اپنا نظریاتی نظام نافذ کرتے ہیں۔ ابتدائی دور میں جب اسلام پھیلا تو مسلمانوں نے بے پناہ قربانیاں دیں۔ اِس وقت دنیا میں صرف دو ہی نظریاتی نظام ہیں اسلام یا اشتراکیت۔ سرمایہ دارانہ نظام یا ملوکیت و آمریت کا نظام نظریاتی نظام نہیں کہلایا جاسکتا اور کوئی بھی

نظریاتی نظام ٹکڑوں میں نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ جب بھی اس میں دوسرے نظام کے پیوند لگانے شروع کر دیے جائیں تو وہ نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس طرح قرآن وسنت بھی ایک مکمل نظریاتی نظام ہے یہ اس شکل میں کامیاب ہو سکتا ہے جب اُس پر مکمل طور پر عمل کیا جائے ورنہ یہ نظام بھی مختلف ممالک میں صدہا سال تک رائج رہنے کے باوجود آج اس کا نشان تک نہیں ملتا۔ مثلاً سپین میں آٹھ سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی اور آج وہاں مسلمانوں کا نشان تک نہیں ملتا۔ تب ہی تو علامہ اقبال نے مسجد قرطبہ میں جا کر کہا تھا۔

پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں

اسی طرح البانیہ جو کہ یونان کے ساتھ واقع ہے وہاں کی آبادی ۹۸ فیصد مسلمان ہیں یہ ملک پہلی جنگِ عظیم کے بعد ترکوں کے قبضہ سے چلا گیا اور دوسری جنگِ عظیم میں روس کے زیرِ تسلط آ گیا وہاں کی تمام مساجد کو ہسپتال اور کلبوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور اذان تک دینا ممنوع رہا۔ روس اور چین میں تو پھر کسی حد تک بعض مساجد میں نماز کی آزادی ہے لیکن وہاں جب سے کمیونسٹ حکومت کے ماتحت آیا ہے نماز کی مکمل پابندی ہے۔ مجھے یہی فکر ہے کہ اگر پاکستان کے مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو آج سے دس سال بعد ان کا بھی افغانستان یا دوسرے اسلامی ممالک جو اشتراکیوں کے زیرِ تسلط آ گئے ہیں ان جیسا حال نہ ہو۔ اور بدقسمتی سے اس خطے کے مسلمان دو سو سال کی غلامی کی وجہ سے جذبہ جہاد سے محروم ہو چکے ہیں اور جو حکمران آتا ہے آسانی سے دبا لیتا ہے بقول اقبال۔

خواب سے بیدار ہوتا ہے کبھی محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمران کی ساحری

آپ میری فکر نہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ مارشل لاء بہت دیر تک قائم نہیں رہے گا۔ ایوب خان، یحیٰی خان اور بھٹو جیسے تابناک حکمرانوں کو ایک ہوا کا جھونکا اُڑا کر لے گیا، یہی میں نے عدالت کے سامنے کہا تھا۔ مارشل لاء اب پانچویں سال میں داخل ہو چکا ہے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ یا سال بعد انہیں اقتدار عوامی نمائندوں کو دینا ہی پڑے گا۔ بین الاقوامی حالات بھی زیادہ دیر تک غیر آئینی حکومت کی اجازت نہیں دیتے ورنہ کسی ملک کو سیاسی استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور غیر

آئینی نظام ملک کی معیشت پر بھی بری طرح اثر انداز ہوتا ہے لیکن اسلامی نظام کا نفاذ صرف علمائے دین کی جدوجہد کے ذریعے ہی پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے اس کے لیے نوجوان طبقے کی ضرورت ہے جو اسلامی جذبہ سے سرشار ہوں اور ان میں بے خوف اور بے لوث قیادت موجود ہو اور اگر خدانخواستہ ہم ایسی قیادت مہیا کرنے سے قاصر رہے تو پھر اسلامی نظام کا نفاذ ایک ایسا خواب رہے گا جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

آپ سے اب صرف اتنی گزارش ہے کہ آپ میرے بیٹے کی رہائی کے لیے جہاں تک ممکن ہو سکے کوشش کریں۔ درحقیقت ان کے پاس اب کوئی اخلاقی یا قانونی جواز نہیں جس کے تحت میرے بیٹے کو یہ قید میں رکھ سکیں، چونکہ عدالتوں کو سماعت کا اختیار نہیں۔ ورنہ اعلیٰ عدالت ہی ان کے فیصلے کو کالعدم قرار دے دیتی۔ میرا بھانجا محمد ریاض جسے عدالت نے دس سال سزا دی تھی اسے دو ماہ قبل رہا کر دیا گیا اب صرف میں اور میرا بڑا بیٹا رہ گئے ہیں باقی سب کو رہا کیا جا چکا ہے یا اپنی اپنی نوکری پر بحال کر دیا گیا ہے۔ میں چونکہ اپنا موقف بدلنے کے لیے تیار نہیں اس لیے مجھے انہوں نے جیل میں رکھا ہوا ہے لیکن میں نے ان کو کہا بھی ہے کہ تم بیشک مجھے جیل میں رکھے رکھو جب تک تمہاری حکومت قائم ہے لیکن میرے بیٹے کو جیل میں رکھنے کا تمہیں کوئی حق نہیں کیونکہ اس انقلاب کی ساری ذمہ داری میں خود قبول کرتا ہوں اور میں اسے ایک دینی فریضہ سمجھتا ہوں لیکن میرے بیٹے کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اس لیے آپ اگر محمود میاں کی یہ ڈیوٹی لگا دیں کہ میرے گھر جا کر ایک درخواست کی نقل لے لے جو کسی ایسے آدمی کے حوالے کریں جو ضیاء الحق تک رسائی رکھتا ہو۔ اور اسے صاف صاف کہے کہ تم جو اسلامی انصاف کی باتیں کرتے ہو جنرل تجمل کے بیٹے کو کیوں جیل میں رکھا ہوا ہے جبکہ باقی سب کو رہا کر دیا ہے یا اپنے اپنے عہدوں پر بحال کر دیا ہے۔ اس درخواست پر صاف لکھا ہوا ہے کہ ہمیں انصاف چاہیے جو کہ میرے بیٹے کی طرف سے دی گئی ہے۔ انشاء اللہ حالات ضرور بدلیں گے اور میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا میری طرف سے محمود میاں کو السلام علیکم

فقط والسلام

۷۸۶

میجر جنرل (ریٹائرڈ) تجمل حسین

۱۲-۱۲-۸۱

محترمی ومکرمی جناب شاہ صاحب مدظلہم

السلام علیکم۔ آپ کا نوازش نامہ پچھلے ماہ کے شروع میں ملا۔ چونکہ مقدمہ کی سماعت ختم ہوچکی تھی اس لیے یہی انتظار رہا کہ شاید جلد فیصلہ سنادیں۔ ابھی تک تو انتظار ہے۔ لہٰذا میں نے سوچا آپ کو جواب بھیج دوں۔ فیصلہ خدا جانے کب تک روکے رکھیں۔ ویسے بظاہر آثار ایسے ہی ہیں کہ خدا کے فضل سے فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا لیکن سیاسی وجوہات کی بناپر شاید اسے کچھ عرصہ اور طول دے دیں۔ آپ کی دُعاؤں نے بڑا کام کیا ہے۔ اور خاص کر آپ کا ارسال کردہ وظیفہ تو میں باقاعدگی سے جاری رکھے ہوئے ہوں۔ آپ کی دُعائیں یقیناً قبول ہوں گی کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں۔ اس امتحان نے میرے ایمان کو اور مستحکم کردیا۔ اللہ کرے کہ اس مشکل سے نجات ملے تاکہ میں آگے سے زیادہ اسلام کی خدمت کرسکوں۔ قوتِ ایمان بڑی نعمت ہے۔ میں نے اپنے بیان کے اختتام پر عدالت کے سامنے بھی یہی کہا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔ اے میرے رب میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں۔ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً۔ جو آدمی اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردے اللہ کی مدد اس کے لیے کافی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا اللہ میری مدد کرے گا۔ آپ میرے لیے دُعاء ضرور کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بیٹے کو اس مشکل سے نجات دے۔ میری طرف سے محمود میاں کو السلام علیکم۔

فقط والسلام

نوٹ : مفتی صاحب کے صاحبزادے صاحب کو میں نے خط تو لکھ دیا تھا۔ خدا جانے ملا ہے یا نہیں۔

☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

میجر جنرل (ریٹائرڈ) تجمل حسین

۲۶۔۱۔۸۶

محترمی ومکرمی جناب شاہ صاحب

السلام علیکم۔ کافی عرصہ سے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا۔ آپ کی خیریت کی خبر گاہے گاہے اخبار سے مل جاتی ہے۔ غالباً آپ کے امیرِ جماعت منتخب ہونے پر ایک خط لکھا تھا۔ اس کے بعد شاید کوئی خط نہیں لکھا۔ اُمید یہی رہی کہ پچھلے سال انتخابات کے بعد رہائی ہو جائے گی اور خود جا کر شرف ملاقات حاصل کرلوں گا کیونکہ کافی ارکان اسمبلی اور سینیٹر وغیرہ نے کوشش کی۔ اور جنرل ضیاء نے وعدہ بھی کیا تھا۔ وزیر اعظم نے بھی سفارش کی تھی۔ لیکن شاید جنرل ضیاء کی خواہش یہی رہی کہ میں خود اپنی رہائی کے لیے درخواست دوں جس کے لیے میں تیار نہ تھا۔ میرا موقف یہی رہا ہے کہ میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ اسلام میں مارشل لاء کی کوئی گنجائش نہیں اور ایک غیر اسلامی اور غیر آئینی حکومت کو ہٹانے کے لیے کوشش کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مفتی محمود صاحب سے بھی میں نے اپنے اسی موقف کی تائید کے لیے عدالت میں فتوی لیا تھا۔ اور انہوں نے عدالت کے سامنے اپنے بیان میں کہا تھا کہ جنرل صاحب کی جدوجہد ایک غیر اسلامی اور غیر آئینی حکومت کے خلاف تھی جو کہ ہر مسلمان کا فرض ہے اس لیے اِسے جرم نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ان کا یہ بیان عدالت کی کارروائی میں اب بھی محفوظ ہے۔

(۲) اس ماہ کی ۱۸ رتاریخ کو میرا چھوٹا بیٹا مجھے ملنے آیا تھا۔ اور اس نے بتایا کہ راولپنڈی سے میرے ایک عزیز نے ٹیلیفون پر بتایا ہے کہ میرے ایک قریبی دوست جو کہ فوج کا سابق بریگیڈئیر ہے اور اب سینیٹر ہے اس نے بتایا ہے کہ اس کی جنرل ضیاء سے بات ہوئی ہے اور جنرل ضیاء نے اسے بتایا کہ میں نے جنرل تجمل کی رہائی کے لیے احکامات دے دیئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میری رہائی کا عمل جاری ہو لیکن اگر اسی طرح یہ لوگ ٹال مٹول سے کام کرتے رہے تو میرا ارادہ ہے کہ میں اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کروں کیونکہ ۸۰ء میں مئی کے آخری ہفتہ جب میرے خلاف چارج شیٹ لے کر آئے تو میں نے جو کرنل چارج شیٹ میرے پاس لے کر آیا تھا اُسے کہا تھا کہ اسے واپس لے جاؤ اور جا کر فوجی حکمرانوں کو بتادو کہ تم مجھ پر فوجی عدالت میں مقدمہ نہیں چلا سکتے کیونکہ میں ریٹائرڈ جرنیل ہوں اور ریٹائرڈ افسر کا مقدمہ فیلڈ جنرل کورٹ مارشل میں نہیں چلایا جاسکتا۔ چنانچہ

وہ کاغذات واپس لے گیا۔ دوسرے روز ایک سپیشل مارشل لاء کا ضابطہ جاری کیا گیا کہ فیلڈ جنرل کورٹ مارشل کا فیصلہ سپریم کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اس بنا پر میرا مقدمہ شروع ہوا۔

(۳) فوجی عدالت نے مجھے دس سال سزا دی تھی اور میرے بیٹے کو پانچ سال لیکن فوجی حکومت نے عدالت کو نظر ثانی کے لیے حکم دیا ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ یہ سزا بڑھائی جائے جو کہ ایک بالکل غیر قانونی حکم تھا۔ چنانچہ عدالت کو مجبوراً میری سزا بڑھا کر ۱۴ سال کرنی پڑی اور میرے بیٹے کی پانچ سال سے بڑھا کر دس سال کرنی پڑی۔

(۴) فوجی حکومت کو میرے خلاف سازش کا ثبوت نہ مل سکا چنانچہ انہوں نے فوجی افسروں کو بغاوت پر اُکسانے کے جرم میں مجھ پر مقدمہ چلایا بالکل اسی قسم کا جرم جس کے لیے ایئر مارشل اصغر خان کو فوجی حکومت دھمکیاں دیتی رہی کہ اس نے قومی اتحاد کی تحریک کے دوران فوجی جرنیلوں کو خط لکھے تھے کہ تم بھٹو حکومت کے غیر قانونی حکم مت مانو میرے خلاف بھی اس قسم کے جرم لگائے گئے تھے اور اسی بناء پر سزا بھی دی گئی۔ میرے خلاف حکومت کے خلاف سازش کا کوئی جرم نہ تھا بلکہ فوجی افسروں کو بغاوت پر اُکسانے کا جرم تھا کیونکہ انہیں سازش کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا تھا۔

(۵) اور بھی بہت سی قانونی بے قاعدگیاں کی گئی تھیں لیکن چونکہ مارشل لاء کا دور تھا اس لیے میں اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں کر سکتا تھا۔

(۶) اب جبکہ مارشل لاء ختم ہو چکا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ اگر دس پندرہ روز تک میری رہائی نہ ہوئی تو میں اسے سپریم کورٹ میں لے جاؤں۔ ۸۱ء میں میں نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی تھی لیکن جان بوجھ کر اس کی سماعت ملتوی رکھی کیونکہ ڈر تھا کہ اسے مسترد نہ کر دیں کیونکہ ہائی کورٹ نے اس سے پیشتر اسی بناء پر مسترد کر دی تھی کہ پی۔ سی۔ او۔ کے تحت انہیں سماعت کا اختیار نہیں ورنہ میری اپیل حکومت کا بدنیتی پر مبنی فیصلہ کے خلاف تھی جس کا اعلیٰ عدالتوں کو اب حق حاصل ہو گیا ہے اور چند روز قبل ہائی کورٹ نے سرگودھا ڈویژن سے فوجی عدالت سے چار پھانسی کی سزا پانے والے افراد کی پھانسی کے عمل کو روک دیا ہے۔ اسی طرح کچھ رٹ اپیلیں بھی فوجی عدالتوں کے خلاف سماعت کے لیے منظور کر لی ہیں۔

(۷) آپ کو یہ خط اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اگر میں نے اپنا مقدمہ سپریم کورٹ میں سماعت کے لیے لے جانے کا فیصلہ کر لیا تو ایم۔ آر۔ ڈی کی طرف سے اس بارے میں جتنی مدد ہو سکے اس کے

لیے ایم.آر.ڈی کے وکلا سے رابطہ قائم کر کے مدد کیجیے گا اب تو ایم.آر.ڈی کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لیے مطالبات کریں اور ہر قانونی مدد کے لیے تعاون کریں اور اس کے لیے میں نے تو سب سے پہلے کلمۂ حق بلند کیا تھا اور جمہوریت کی بحالی کے لیے عملی اقدامات کرنے کی کوشش کی تھی اور عدالت کے سامنے بھی یہی موقف رہا کہ میری تمام جدوجہد جمہوریت کی بحالی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تھی۔ اور قریباً پندرہ بیس صفائی کے گواہوں نے بھی میرے اسی موقف کی تائید کی۔ میری طرف سے محمود میاں اور رشید میاں کو السلام علیکم۔

فقط والسلام

تجمل

☆☆☆

وفیات

مکتبہ رشیدیہ کراچی کے مالک جناب حافظ رشید احمد صاحب شریفی کی خوشدامن صاحبہ ۹ رفروری کو سو برس کی عمر پا کر وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ طویل عرصہ سے علیل تھیں اُن کی وفات پورے کنبہ کے لیے سایہ شفقت سے محرومی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

☆

جناب میاں زبیر اور جناب میاں ابرار برادران کے والد بزرگوار جناب عالمگیر صاحب گزشتہ ماہ کی ۲۲ رتاریخ کو عارضہ قلب کی وجہ سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میاں صاحب مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ان کی وفات ان کے اہلِ خانہ کے لیے عظیم حادثہ ہے۔ اہل ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے پسماندگان بالخصوص ان کے اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔

جامعہ مدینہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعاء مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

جامعہ مدنیہ جدید کی زیرِ تعمیر عمارت کا نقشہ جس کا سنگِ بنیاد اکتوبر میں رکھا گیا تھا

حضرت محمد ﷺ یا اپنے والدین، عزیز و اقارب اور بزرگانِ دین
کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے کم از کم ایک کمرہ تعمیر کرائیں

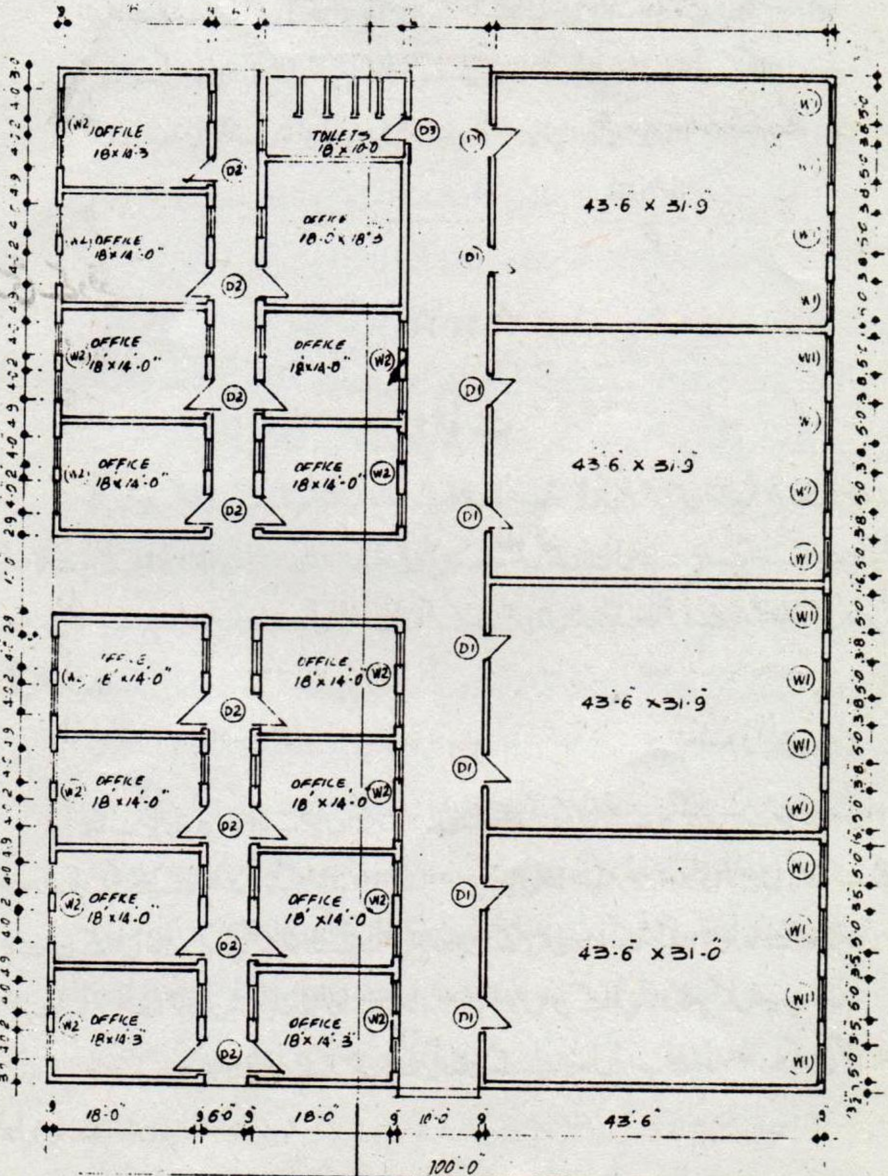

بڑے کمروں کی تعمیر پر آنے والے اخراجات = دس لاکھ پچاس ہزار روپے فی کمرہ

چھوٹے کمروں کی تعمیر پر آنے والے اخراجات = ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے فی کمرہ

حاصلِ مُطالعہ

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب.......... اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور﴾

تنگدستی کے دفعیہ کے لیے ایک عمل :

''حافظ نسفیؒ نے اپنی کتاب ''فضائل الاعمال'' میں اپنی سند سے حضرت حماد بن سلمہؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عاصم بن ابی النجودؒ جو اپنے زمانہ میں شیخ القراء تھے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے فقر و فاقہ اور تنگدستی سے دوچار ہونا پڑا، میں اپنے ایک دوست کے پاس آیا اور اُسے اپنی حالت بتائی، میں نے اس دوست کے چہرہ میں ناگواری محسوس کی (جیسے اُسے میرا سوال برا لگا ہو)۔ میں وہاں سے نکلا اور سیدھا جنگل میں چلا گیا وہاں جا کر میں نے نماز پڑھی اور زمین پر سر رکھ کر یہ دُعاء کی ''یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَابُ، یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابُ، یَاسَامِعَ الْاَصْوَاتُ، یَامُجِیْبَ الدَّعْوَاتُ، یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتُ، اِکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ'' ابھی میں نے اپنا سر بھی نہیں اُٹھایا تھا کہ کسی شئے کے گرنے کی آواز آئی، سر اُٹھایا تھا تو دیکھا کہ ایک چیل نے سرخ تھیلی ڈالی ہے میں نے اُس تھیلی کو اُٹھا کر دیکھا تو اس میں اسّی (۸۰) دینار اور روئی میں لپٹا ہوا قیمتی پتھر تھا، میں نے قیمتی پتھر ایک کثیر رقم کے عوض بیچ دیا۔ دیناروں کو کام میں لایا اور اُن سے جائداد خریدی اور اللہ کا شکر ادا کیا''۔ [۱]

حضرت سعید بن جبیرؒ کے قتل پر حجاج کا ستر بار قتل کیا جانا :

''امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے حجاج (بن یوسف) کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ بدبودار مردار کی شکل میں پڑا ہوا ہے، آپ نے

---

[۱] حیات الحیوان عربی ج ۱ ص ۳۲۶

اُس سے پوچھا ما فعل اللّٰہ بک ؟ اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اُس نے جواب دیا کہ جتنے لوگ بھی میں نے قتل کیے ان میں سے ہر ایک کے بدلہ مجھے ایک دفعہ قتل کیا گیا البتہ سعید بن جبیر کے بدلہ میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اب تو کس چیز کا منتظر ہے؟ اُس نے کہا کہ جس چیز کے موحد لوگ منتظر ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کافر نہیں تھا اس کی موت توحید پر ہوئی تھی اللہ کو اس کے حال کا زیادہ پتہ ہے، وہی معاملہ کی اصل حقیقت کو زیادہ جانتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجاج کو ہر مقتول کے بدلے میں ایک مرتبہ قتل کیا جبکہ سعید بن جبیرؒ کے بدلہ میں ستر مرتبہ قتل کیا، حالانکہ حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی قتل کیا تھا جو کہ صحابی تھے اور سعید بن جبیرؒ تابعی تھے اور ظاہر ہے کہ صحابی کا درجہ تابعی سے بڑھا ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ حجاج نے جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کیا تھا اُس وقت علم میں اُن جیسے صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ لیکن جس وقت سعید بن جبیرؒ کو شہید کیا تو اُس وقت اُن جیسا عالم کوئی نہیں تھا، بہت سے مصنفین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کو جب حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: سعید بن جبیرؒ ایسے وقت میں فوت ہوئے ہیں کہ لوگ مشرق سے لے کر مغرب تک اُن کے علم کے محتاج تھے"۔[1]

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ :

مندرجہ بالا عنوان ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اُس کے ہو جاتے ہیں۔ حالات و واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں ایک واقعہ علامہ دمیریؒ نے درج فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے :

"مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین منصور (عباسی) نے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے، آپ نے فرمایا : حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فوت ہوئے تو اُنہوں نے اپنے پیچھے گیارہ لڑکے چھوڑے آپ کا کل ترکہ سترہ دینار تھے جن میں سے پانچ دینار سے آپ کا کفن دفن کیا گیا، دو دینار سے قبر کے لیے زمین خریدی گئی (باقی دس دینار لڑکوں میں تقسیم کیے گئے) ہر لڑکے کو اُنیس درہم ملے۔ اور جب ہشام بن عبدالملک فوت ہوا تو اُس نے بھی اپنے پیچھے گیارہ ہی لڑکے

---

[1] حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۴۲

چھوڑے، ہر لڑکے کو باپ کی میراث میں سے دس دس لاکھ درہم ملے، میں نے اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک ہی دن میں سو گھوڑوں پر سامان لاد کر جہاد میں پیش کیا، جبکہ ہشام کی اولاد میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ بھیک مانگ رہا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کو اللہ کے سپرد کردیا تھا، اللہ اُن کے لیے کافی ہوگئے اور اُنھیں غنی و مال دار کردیا، اس کے برعکس ہشام نے اپنی اولاد کو دنیا کے سپرد کردیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے اُنھیں فقیر ومحتاج بنادیا''۔[1]

شیطان کا مالِ تجارت :

کتاب ''ابتلاء الاخیار'' میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی وہ لعین پانچ گدھوں کو جن پر بوجھ لدا ہوا تھا ہانکے لیے جارہا تھا۔ آپ نے اُس سے پوچھا یہ کیا لادے لیے جارہا ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ مالِ تجارت ہے اِس کے لیے خریداروں کی تلاش میں جارہا ہوں، آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ کیا کیا مال تیرے پاس ہے؟ ابلیس نے مال کی تفصیل تبلائی کہ :

(۱) ایک تو اس میں ظلم ہے آپ نے پوچھا کہ اِسے کون خریدے گا؟ اُس نے کہا اسے بادشاہ خریدیں گے۔

(۲) دوسرے اس میں کبر ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ اِسے کون خریدے گا؟ اس نے کہا کہ اِسے چودھری خریدیں گے۔

(۳) تیسرے اِس میں حسد ہے، آپ نے پوچھا یہ کون لے گا؟ اُس نے کہا کہ اِسے علماء لیں گے۔

(۴) چوتھے اِس میں خیانت ہے، آپ نے سوال کیا کہ خیانت کون خریدے گا؟ اُس نے کہا کہ اِسے تاجروں کے کارندے خریدیں گے۔

(۵) پانچویں اِس میں مکروفریب ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لے گا؟ اُس نے کہا کہ یہ عورتیں لیں گی''۔[2]

نفسیاتی سُراغ :

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''محمد بن کعب قرظیؒ کا کہنا ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور یہ شکایت کی کہ میرے پڑوسی میری بطخ چرالیتے ہیں، آپ نے یہ سننے کے بعد لوگوں کو نماز کے لیے

---

[1] حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۳۷۳ [2] حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۳۵۳

بلایا، بعد از نماز خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا :تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کی بطخ چرا لیتے ہیں، پھر مسجد میں آتے ہیں تو ان کے سر پر پَر ہوتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ ایک شخص نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا، آپ نے فرمایا اسے پکڑلو یہی بطخ چور ہے"۔ ۱

بلی کے نام اور دام :

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بلی کے عربی میں بہت سے نام ہیں اور اس کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے وہ قصہ یہ ہے کہ :

"ایک اعرابی نے بلی پکڑی مگر وہ اُسے پہچان نہ سکا (کہ یہ کیا جانور ہے) اُسے راستہ میں ایک شخص ملا اور کہنے لگا یہ سِنَّوْرٌ کیسی ہے؟ دوسرا شخص ملا وہ بولا یہ هِرٌّ کیسی ہے، تیسرا ملا تو بولا کہ یہ قَطٌّ کیسی ہے؟ چوتھا ملا تو بولا یہ ضَیْوَنٌ کیسی ہے؟ پانچواں ملا تو بولا یہ خَیْدَعٌ کیسی ہے؟ چھٹا ملا تو بولا یہ خَیْطَلٌ کیسی ہے؟ ساتواں ملا تو بولا یہ دِمٌّ کیسی ہے؟ وہ اعرابی (جی میں) کہنے لگا (کہ جس جانور کے اتنے زیادہ نام ہیں یقیناً اُس کی قیمت بھی زیادہ ہوگی) اِسے بازار لے جا کر بیچنا چاہیے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ بہت سا مال مجھے عطا فرمائے چنانچہ وہ بلی کو لے کر بازار گیا وہاں اُس سے کسی نے پوچھا کہ بلی کتنے کی دو گے؟ اُس نے جواب دیا کہ سو درہم کی، خریدار یہ سن کر تعجب سے بولا سو درہم؟ اگر تم کو اِس کا آدھا درہم ہی مل جائے تو بہت ہے۔ اعرابی نے یہ سن کر بلی کو پھینک دیا اور کہنے لگا اس پر خدا کی مار، نام تو اس کے اتنے زیادہ ہیں اور دام اس قدر کم ہیں۔ ۲

☆☆☆

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کی پہلی اتوار کو ظہر کی نماز کے بعد بمقام A-537 فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

☆☆☆

---

۱ کتاب الازکیاء ص ۳۶ ۲ حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۵۷۶

اہم اعلان

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور جامعہ مدنیہ قدیم و جامعہ مدنیہ جدید کی سرپرستی میں

fahmedeen.com

کے نام سے انٹرنیٹ (Internet) پر ایک ویب سائٹ جاری کی گئی ہے۔ اس ویب سائٹ پر آپ کو مختلف پروگرام ملیں گے :

۱۔ عقائد، اصول اور مسائل کے اہم موضوعات پر تفصیل

۲۔ تفسیر اور حدیث کے اہم اقتباسات

۳۔ موجودہ وقت کے ضروری مسائل

مندرجہ بالا تینوں پروگرام کے کچھ حصے Upload ہو چکے ہیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ جتنا کام ہو چکا ہے لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۴۔ آپ کا سوال ہمارا جواب

اس کے لیے ہمارا نیا ای میل ایڈریس یہ ہے fatwa@fahmedeen.com

جبکہ fatwa_abdulwahid1@hotmail.com پر آپ کے سوالات کا جواب دینے کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔

۵۔ ہمارا ارادہ ہے کہ Internet پر ''فہمِ دین کورس'' باقاعدہ کرایا بھی جائے اس کے لیے ضروری کام کیا جا رہا ہے انشاء اللہ جلد شروع کریں گے۔

یاد رکھیے! جامعہ مدنیہ (قدیم و جدید) علمی اعتبار سے ایک مستند اور معیاری ادارہ ہے اور انٹرنیٹ یا ای میل پر اس کی کسی بھی پیشکش کو آپ انشاء اللہ معیار اور استناد میں مضبوط ہی پائیں گے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

۱۔ مولانا سید محمود میاں صاحب "جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون : 4249301-333-92+ , 7726702-42-92+

jmj786_56@hotmail.com

۲۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب "جامعہ مدنیہ" کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون : 4113082-300-92+ , 7461854-42-92+

fatwa_abdulwahid1@hotmail.Com

☆☆☆

عمدہ اور فینسی جلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں "ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد" بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی "بکس والی جلد" بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں روٹا مشین پر "کلر پرنٹنگ" (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

16/6 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

پروپرائیٹر : محمد سلیم و محمد ندیم

موبائل نمبر : 9464017-0300 , 4293479-0300

فون نمبر : 7322408-042

دینی مسائل

﴿ جماعت کے احکام ﴾

ستونوں کے درمیان صف بندی :

بغیر کسی عذر کے ستونوں کے درمیان صف بندی کرنا مکروہ ہے مگر اقتداء سے مانع نہیں ہے۔اور یہ کراہت اس صورت میں بھی ہے جب ستونوں کے درمیان صف اس طرح باندھی جائے کہ کھلی جگہ باقی نہ رہے کیونکہ اس صورت میں بھی ستون تو صف کو توڑ رہا ہے۔البتہ اگر جمعہ اور عید کے موقع پر جگہ کی تنگی ہو تو ایسی حالت میں ستونوں کے درمیان صف بنانا بلا کراہت جائز ہے۔

بچوں کو بالغوں کی صف میں کھڑا کرنا :

اگر صرف ایک ہی نابالغ لڑکا ہو تو اس کو بالغوں کے ساتھ کھڑا کیا جائے۔اگر نابالغ لڑکے زیادہ ہوں تو ان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔اور جب اندیشہ ہو کہ وہ مل کر اپنی نمازیں بھی خراب کریں گے اور بڑوں کی نماز میں بھی خلل کا سبب بنیں گے تو ان کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہیے۔یہ حکم ان بچوں کے متعلق ہے جو نماز اور وضو کی تمیز رکھتے ہوں۔زیادہ چھوٹے بچوں کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا مکروہ ہے بلکہ مسجد میں لانا ہی جائز نہیں۔

عورتوں کی جماعت :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں ہے۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت امامت نہ کرے (اعلاء السنن ص ۲۱۴ ج ۴)

ان دلائل کی بناء پر تنہا عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا ''مکروہ تحریمی'' ہے۔

اگر تنہا عورتوں نے جماعت کی اور امام پہلی صف کے بیچ میں کھڑی ہوئی تو نماز ہو جائے گی لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ۔اس لیے سب عورتیں اپنی اپنی نماز الگ الگ پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں۔تراویح کی نماز کا بھی یہی حکم ہے۔

امام کے پیچھے مقتدی کا قرأت کرنا :

جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے مقتدی امام کے پیچھے نہ تو سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی اور سورت پڑھے خواہ امام آہستہ کرتا ہو یا آواز سے قرأت کرتا ہو۔امام کے پیچھے قرأت کرنا ''مکروہ تحریمی'' ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہٖ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا. (آثارالسنن ص ۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایاامام تو اس لیے ہے کہ اس کی اتباع کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہواور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

چونکہ سورہ فاتحہ بھی قرآن کا حصہ ہے اور اس کا پڑھنا بھی قرأت شمار ہوتا ہے۔ تو امام کے پیچھے نہ تو سورہ فاتحہ پڑھنی ہے اور نہ ہی کوئی اور سورت پڑھنی ہے۔

(۲) عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ من کان لہٗ امامٌ فقراءۃ الامام لہٗ قراءۃٌ. (آثار السنن ص ۱۱۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت شمار ہوتی ہے۔

آمین آواز سے کہنا :

امام جب آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے تو امام اور مقتدی سب آمین آہستہ آواز سے کہیں۔ اسی طرح جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے تو وہ بھی آمین آہستہ کہے۔

(۱) قرآن پاک میں ہے :

ادعو ربکم تضرعا و خفیۃ اپنے رب سے عاجزی اور آہستگی سے دعا کرو۔

چونکہ آمین بھی دعا ہے لہٰذا وہ بھی اسی قاعدے کے تحت آتی ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یعلمنا یقول لا تبادروا الامام اذاکبر فکبروا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا....... (آثار السنن ص ۱۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے امام سے آگے مت بڑھو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ **ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو............

اگر امام نے آمین آواز سے کہنی ہے تو پھر حدیث میں یوں ہوتا جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو، تاکہ امام سے سبقت نہ ہو۔ جب حدیث میں ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ امام نے آمین آہستہ کہنی ہے اور مقتدیوں کو بھی آہستہ کہنی ہوگی۔

جماعت میں شامل ہونے نہ ہونے کے مسائل :

مسئلہ : اگر کوئی شخص اپنے محلہ یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی تو اس کو مستحب ہے کہ وہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں چلا جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہی ہے تو اس کو چاہیے کہ نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ ظہر اور عشاء کا وقت ہو اور فجر، عصر، مغرب کے وقت جماعت میں شریک نہ ہو۔ اس لیے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے اور مغرب کے بعد اس لیے کہ یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں فرض جماعت سے ہونے لگے تو اگر وہ فرض نماز دو رکعت والی ہے جیسی فجر کی نماز تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اس نماز کو قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو بھی قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر دوسری اکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو دونوں رکعت پوری کر لے اور اگر وہ فرض نماز تین رکعت والی ہو جیسے مغرب تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز کو پوری کر لے اور بعد میں جماعت کے اندر شریک نہ ہو کیونکہ نفل تین رکعت کے ساتھ جائز نہیں اور اگر وہ فرض نماز چار رکعت والی ہو جیسے ظہر، عصر، عشاء تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعات پر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں مل جائے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی اور اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو نماز پوری کر لے اور جن صورتوں میں نماز پوری کر لی جائے ان میں سے مغرب، فجر اور عصر میں تو دوبارہ شریک جماعت نہ ہو اور ظہر اور عشاء میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں قطع کرنا ہو تو کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر دے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نفل نماز نہ توڑے بلکہ اس کو چاہیے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت کی نیت ہو۔

مسئلہ : ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر شریک جماعت ہو جائے اور بہت سے فقہاء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ چار رکعات پوری کر لے اور اگر تیسری

رکعت شروع کردی تو اب چار کا پورا کرنا بالاتفاق ضروری ہے۔

مسئلہ : اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ شروع نہ کی جائے۔ بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے جانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جائے گی تو پڑھ لے۔ مثلاً ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے کوئی رکعت جاتی رہے گی تو پھر سنتیں مؤکدہ جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں چھوڑ دے۔ پھر ظہر اور جمعہ میں فرض کے بعد بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنت مؤکدہ اول پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ لے۔ مگر فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکد ہیں لہٰذا اِن کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکے ہوں تب بھی ادا کر لی جائیں بشرطیکہ ایک رکعت مل جانے کی اُمید ہو اور اگر رکعت کی بھی اُمید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے یہی ظاہر مذہب اور راجح ہے۔ پھر اگر چاہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ ملنے تک سنتیں پڑھ لے۔

مسئلہ : اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت اگر نماز کی سنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف فرائض واجبات پر اختصار کرے سنن وغیرہ چھوڑ دے۔

مسئلہ : فرض شروع ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں خواہ فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو پھر کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشہ میں نماز پڑھ لے۔

مسئلہ : جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی ہاں اگر رکوع نہ ملے تو پھر اسی رکعت کا شمار ملنے میں نہ ہوگا۔

امام کو نماز میں زیادہ بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے۔ جو سب میں زیادہ صاحب ضرورت ہو اس کی رعایت کر کے قرأت وغیرہ کرے بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدارِ مسنون سے بھی کم قرأت کرنا بہتر ہے تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو جماعت کی قلت کا سبب ہو جائے۔

مسئلہ : مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں، بہن وغیرہ کے، اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشاء کے فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اسی اثناء میں کوئی شخص اس کی اقتداء کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ شخص دل میں قصد کر لے کہ اب میں امام بنتا ہوں تاکہ نماز جماعت سے ہو جائے، دوسری صورت یہ کہ قصد نہ کرے بلکہ بدستور اپنے کو یہی سمجھے کہ گویہ میرے پیچھے آ کھڑا ہو لیکن میں امام نہیں

بنتا بلکہ بدستور تنہا پڑھتا ہوں ۔ پس پہلی صورت میں تو اس پر اسی جگہ سے بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے پس اگر سورہ فاتحہ یا کسی قدر دوسری صورت آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس جگہ سے بقیہ فاتحہ یا بقیہ سورت کو بلند آواز سے پڑھے اس لیے کہ امام کو فجر، مغرب، عشاء کے وقت بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے اور دوسری صورت میں بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں اور اس مقتدی کی نماز بھی درست رہے گی کیونکہ مقتدی کی نماز کے صحیح ہونے کے لیے امام کا امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ۔ (جاری ہے)

مہر کا نذرانہ

ایک خاتون کا مسجدِ حامد کے لیے قابلِ رشک جذبہ

جامعہ مدنیہ جدید کے ایک مدرس کی اہلیہ نے اپنے مہر کی رقم مسجد حامد کو عطیہ کر کے ایک قابلِ رشک مثال قائم کر دکھائی ۔ اس گئے گزرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو زندہ رکھنے کے لیے ایسے بندے پیدا فرمار کھے ہیں جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کو اپنی سعادت جانتے ہوئے سبقت لے جانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ۔ خوش بخت ہیں وہ مرد و زن جو اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مال و متاع کی قربانی کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ اِن خاتون کے عملِ انفاق کو قبول فرما کر مزید ترقیات سے سرفراز فرمائے ۔ آمین ۔

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jmj786_56@hotmail.com

زائرینِ حرم لامذہبیت کے پھندے میں

﴿ جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ﴾

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قارئینِ گرامی! راقم الحروف ستمبر ۲۰۰۳ء کے آخری عشرہ میں عمرہ کرنے کے لیے سعودی عرب گیا تھا۔ ۸ر اکتوبر ۲۰۰۳ء کو پاکستان واپس آ گیا تھا۔ آجکل عمرہ کرنے والوں کے ساتھ ہماری حکومت اور سعودی حکومت جس ''حسنِ سلوک'' سے پیش آتی ہے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ آئے دن اخبارات میں ان نوازشوں کا ذکر آتا رہتا ہے مگر ہماری حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اس لیے زائرین کے لیے ویزہ پالیسی اور انتظامی مشکلات کا ذکر میرا مطمعِ نظر نہیں، میرا موضوع عمرہ اور حج پر جانے والوں کی مذہبی مشکلات کا تذکرہ ہے۔

پاکستان سے عمرہ کے لیے جانے والے لوگوں کی اکثریت اہلِ سنت والجماعت حنفی مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی ہوتی ہے لیکن وہاں جا کر اِن کو ایسے رسالے، کتابچے اور کیسٹیں دی جاتی ہیں جن میں بہت سے مسائل فقہ حنفی کے خلاف ہوتے ہیں انہیں پڑھ کر یہ لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ اُن کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہمارے ملک کے علماء جو مسائل بتاتے ہیں وہ صحیح ہیں یا سعودی عرب میں بتائے گئے مسائل صحیح ہیں۔ اس طرح یہ لوگ تشکیک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ لامذہبیت (غیر مقلدیت) کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہماری وزارت مذہبی اُمور کے حکام پاکستانی حکام پاکستانی عوام کے جذبات کا کوئی خیال نہیں رکھتے حالانکہ ہماری حکومت کو ہمارے مذہبی جذبات کا پاس کرتے ہوئے سعودی حکام کو بتلانا چاہیے کہ ہمارے پاکستانی زائرین کو ایسی کتابیں اور کیسٹیں نہ دی جائیں جن میں ایسے مسائل کا ذکر ہو جو فقہ حنفی کے مسائل سے متصادم ہوں بلکہ ہماری حکومت کو چاہیے کہ پاکستان کے جید حنفی علماء سے حجاج کرام اور زائرین کے لیے فقہ حنفی کے مطابق کتابچے وغیرہ لکھوا کر سعودی عرب کے متعلقہ حکام کے حوالے کریں اور اُن سے مطالبہ کریں کہ وہ پاکستانی زائرین کو اس قسم کے کتابچے اور کیسٹیں مہیا کیا کریں جن کے تمام مسائل فقہ حنفی کے مستند مسائل سے مطابقت رکھتے ہوں تاکہ ہمارے زائرین لامذہبیت کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

سب سے بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ غیر مقلد علماء سعودی عرب کے حکام کے ذہن میں یہ بات بٹھا رہے ہیں کہ پاکستان سے آنے والے تمام حنفی قبر پرست اور بدعتی ہوتے ہیں۔ ان غیر مقلد علماء کا پشتی بان ''ڈاکٹر محمد لقمان سلفی'' ہے۔ جو قاضی القضاۃ کے دفتر میں سیکرٹری کے عہدے پر فائز ہے۔ غیر مقلدیت کے فروغ کے لیے اُس نے سعودی عرب میں

اپنا جال پھیلایا ہوا ہے جو سادہ لوح احناف کو لامذہبیت کا شکار بنانے میں مصروف ہے۔

سعودی حکومت کا سرکاری مذہب حنبلی ہے یہ لوگ اپنے آپ کو وہاں سلفی بتلاتے ہیں اور غیر مقلد ظاہر نہیں کرتے نہ ہی وہاں تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں چونکہ اُن کی رفع یدین اور آمین بالجہر حنابلہ سے ملتی ہے اس لیے اندر گھس کر احناف کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرنا اُن کا مشن ہے اور توحید کا لبادہ اوڑھ کر وہاں کے حکام کا احناف کے خلاف استعمال کرنے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔

اس مرتبہ مدینہ شریف میں جب ہمارے مکتب والے ہمیں مدینہ پاک کی زیارت کے لیے لے گئے تو گاڑی کے ٹیپ ریکارڈ میں اُردو زبان کی ایک کیسٹ زائرین کے سننے کے لیے لگادی۔ تمام زائرین۔اس کیسٹ کو بڑے غور سے سُن رہے تھے اور حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ اس کیسٹ میں ذکر کردہ بیشتر مسائل فقہ حنفی کے مطابق نہیں تھے۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ اس کیسٹ کو بند کر کے کوئی دوسری کیسٹ لگا دو تو اُس نے جواباً کہا کہ کوئی دوسری کیسٹ نہیں ہے اور مکتب والوں نے ہمیں یہی کیسٹ لگانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ اس میں بہت سے غلط مسائل ہیں اسے بند کردو لوگ پریشان ہو رہے ہیں تو اس نے وہ کیسٹ نکال کر مجھے دے دی اور کہا کہ آپ لے جائیں چنانچہ وہ کیسٹ میں اپنے ساتھ پاکستان لے آیا۔

چند دن قبل بندہ نے اُس کیسٹ کو سُنا تو خیال آیا کہ اس کیسٹ کے غلط مسائل قارئین گرامی کے سامنے پیش کر کے صحیح مسائل کا ذکر بھی کر دینا چاہیے ممکن ہے کوئی قاری وزارتِ مذہبی اُمور کی توجہ اس جانب مبذول کرادے اور ہماری حکومت سعودی حکومت سے اس سلسلہ میں تعاون کا مطالبہ کر کے ہمارے زائرین کرام کو لامذہبیت (غیر مقلدیت) کے سیلاب میں غرق ہونے سے بچالے۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ**۔

مذکورہ بالا کیسٹ کا نام ''اہم دینی اسباق'' ہے جسے سعودی عرب کی وزارۃ دینی امور نے تیار کروا کر تقسیم کیا ہے۔ کیسٹ کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ یہ شیخ عبدالعزیز بن باز مرحوم کی کتاب کا ترجمہ ہے لیکن کتاب کے نام کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس میں ارکان اسلام، توحید و شرک کی اقسام کا ذکر کرنے کے بعد وضو، نماز، غسل میت، نمازِ جنازہ اور تدفین میت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں جن میں سے کچھ غلط مسائل کا ذکر ذیل میں کر کے صحیح مسئلہ فقہ حنفی کی کسی کتاب کے حوالہ سے بیان کیا جائے گا۔ ہم چونکہ مقلد ہیں اور مقلد وہ ہوتا ہے جو اپنے امام کی فقہ کی کتاب میں ذکر کردہ مسئلہ کو بغیر مطالبہ دلیل پڑھ کو قبول کرے۔ میں نے صحیح مسائل بتانے کے لیے اُردو میں لکھی گئی کتب فقہ میں سے تعلیم الاسلام، مسائل بہشتی زیور اور عمدۃ الفقہ کے حوالے دیئے ہیں تا کہ قارئینِ کرام ان کتابوں سے استفادہ کر سکیں۔

(۱) شرائطِ وضو کا ذکر کرتے ہوئے نیت کرنا اور نیت کا آخر تک باقی رہنا ذکر کیا ہے۔ ہمارے نزدیک نیت کرنا وضو کی شرط نہیں ہے بلکہ وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، ہمارے ہاں نیت کے بغیر بھی وضو ہو جاتا ہے لیکن وضو کا ثواب نہیں ملتا۔ چنانچہ تعلیم الاسلام جلد دوم صفحہ ۴۴ پر وضو کی تیرہ سنتوں کا ذکر ہے اُن میں سے نمبر ا پر نیت کرنا لکھا ہے۔

(۲) وضو کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے کُلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، اعضاء کو ترتیب سے دھونا اور پے در پے دھونا کو فرائضِ وضو میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ تمام باتیں وضو کی سنتیں ہیں۔ اگر وضو کرنے والا ان سب کو چھوڑ دے تو ہمارے نزدیک وضو ہو جائے گا جبکہ فرض کے ترک کرنے سے وضو نہیں ہوتا چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۴، ۴۵ پر اِن سب باتوں کو وضو کی سنتوں میں شمار کیا ہے۔ فرائضِ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ ہمارے نزدیک تمام سر کا مسح کرنا سنت ہے اور چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے مذکورہ بالا حوالہ میں تمام سر کا مسح کرنا وضو کی سنتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ تعلیم الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۴ پر وضو کے چار فرائض کا ذکر ہے جس میں چوتھائی سر کا مسح بھی شامل ہے۔

(۳) نواقضِ وضو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بلا حائل شرم گاہ کو ہاتھ لگانے اور اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ ہمارے نزدیک یہ دونوں چیزیں نواقضِ وضو میں شامل نہیں ہیں۔ تعلیم الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۴، ۴۵ پر نواقضِ وضو کا ذکر ہے لیکن وہاں اِن دونوں باتوں کا ذکر نہیں ہے۔

(۴) ارکانِ نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنا بھی نماز کا رُکن ہے۔ حالانکہ یہ ہمارے نزدیک سنت ہے اگر کوئی شخص درود نہ پڑھے تو اُس کی نماز ہو جائے گی جبکہ ترکِ رُکن سے نماز باطل ہو جاتی ہے تعلیم الاسلام حصہ سوم صفحہ ۱۰۳ پر درود شریف کو نماز کی سنتوں میں شمار کیا ہے۔

(۵) واجباتِ نماز کا ذکر کرتے ہوئے تکبیراتِ انتقال، تسبیحاتِ رکوع و سجود، رکوع کے بعد سمع اللّٰہ لمن حمدہ ، ربنا لک الحمد کہنا اور دو سجدوں کے درمیان رب اغفرلی پڑھنے کو واجباتِ نماز میں شمار کیا ہے حالانکہ ان میں سے پہلی تین باتیں نماز کی سنتوں میں شامل ہیں اور چوتھی بات مستحباتِ نماز میں آتی ہے ان کے ترک کرنے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا جبکہ کسی واجب کے ترک پر سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ سوم صفحہ ۱۰۰ پر نماز کی سنتوں کا ذکر ہے اور پہلی تین باتیں وہاں مذکور ہیں اور چوتھی بات نماز کے مستحبات میں شامل ہے دیکھیے عمدۃ الفقہ جلد دوم صفحہ ۱۰۴۔ تو معلوم ہوا کہ ہمارے نزدیک جو چیزیں سنت اور مستحب ہیں اُنہیں واجبات میں شامل کر دیا ہے۔

(۶) نماز کی سنتوں کا ذکر کرتے ہوئے سینے پر ہاتھ باندھنا رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کرنا، آخری قعدہ میں تورک کرنا یعنی اپنے سرین پر بیٹھنا، دونوں قعدوں میں تشہد پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اختتامِ تشہد تک

اشارہ کرنا اور دُعا کے دوران انگلی کو ہلاتے رہنا۔ ان سب باتوں کو نماز کی سنتوں میں شمار کیا ہے حالانکہ ہمارے نزدیک یہ سب باتیں خلافِ سنت ہیں۔ ہمارے نزدیک ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کی روایت سے ثابت ہے۔ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کے علاوہ تمام رفع یدینیں منسوخ ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ثابت ہے۔ قعدہ اخیرہ میں تو تورک بھی خلافِ سنت ہے ہمارے ہاں اشھد ان پر انگشتِ شہادت کو اُٹھانا اور الا اللہ پر گرا دینا سنت ہے چنانچہ عمدۃ الفقہ جلد دوم صفحہ ۱۰۲ پر نماز کی اٹھاون سنتوں کا ذکر ہے لیکن مذکورہ چار باتوں میں سے کسی بات کا وہاں ذکر نہیں ہے۔

(۷) نماز کو باطل کرنے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے لیکن اگر بھول کر بات کر لی تو نماز باطل نہیں ہوگی حالانکہ احناف کے نزدیک مطلقاً بات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ چہارم صفحہ ۴۰ پر مفسداتِ نماز کا ذکر ہے لکھتے ہیں کہ نماز میں کلام کرنا قصداً ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا بہت ہر صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۸) میت کی تجہیز و تکفین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جبکہ احناف کے ہاں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ہے چنانچہ عمدۃ الفقہ ج ۲ صفحہ ۵۵۴ پر "شہید کامل کے احکام" کے ذیل میں لکھا ہے "شہید کامل کو غسل نہ دیا جائے اور اُس کا خون اُس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے...... باقی احکام میں شہید کا بھی وہی حکم ہے جو عام موتی کا ہے یعنی اُس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی"۔

(۹) میت کے غسل کے بیان میں فرماتے ہیں اگر میت کے ناخن اور مونچھیں بڑھی ہوئی ہوں تو اُن کو کاٹ دینا چاہیے حالانکہ ہمارے نزدیک یہ دونوں کام ممنوع ہیں چنانچہ عمدۃ الفقہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ پر لکھا ہے "میت کے سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھی نہ کریں اور ناخن اور بال نہ تراشیں اور مونچھیں بھی نہ تراشیں"۔

(۱۰) میت کو غسل دینے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ ہمارے نزدیک بیوی تو اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ وہ اختتام عدت تک اُس کی بیوی رہے گی لیکن مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا چنانچہ عمدۃ الفقہ جلد ۲ صفحہ ۴۹۸ پر لکھا ہے "اگر عورت مر جائے تو اُس کا شوہر اُس کو کسی حالت میں غسل نہیں دے سکتا اور نہ چھو سکتا ہے...... اب وہ اس کے حق میں اجنبی ہے جہاں تک حضرت علیؓ کے حضرت فاطمہؓ کو غسل دینے کی روایت کا تعلق ہے تو ہمارے ائمہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ بعض صحابہ نے حضرت علیؓ کے حضرت فاطمہؓ کو غسل دینے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا چونکہ غسل کے سامان کا تمام انتظام حضرت علیؓ نے کیا تھا اس لیے یہ غسل اُن کی طرف منسوب ہو گیا اور اگر اس روایت کو ثابت مان لیا جائے تو اسے

حضرت علیؓ کی خصوصیت شمار کیا جائے گا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ فاطمہ دنیا و آخرت میں تمہاری زوجہ ہیں'' جبکہ یہ بات کسی دوسرے کے بارہ میں نہیں فرمائی گئی اس لیے اسے حضرت علیؓ کی خصوصیت کہا جائے گا۔

(۱۱) نماز جنازہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اور اگر ساتھ چھوٹی سورۃ بھی پڑھ لے تو بہتر ہے۔ حالانکہ ہمارے نزدیک پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھی جاتی ہے چنانچہ مسائل بہشتی زیور صفحہ ۱۹۸ پر نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ لکھا ہے جس میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نماز جنازہ کے ذکر میں یہ بھی کہا ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے۔ ہمارے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے چنانچہ مسائلِ بہشتی زیور ص ۱۹۹ پر لکھا ہے: ''اس کے بعد پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہے مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اُٹھائیں''۔

(۱۲) نماز جنازہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا اور میت کو دفن کر دیا گیا تو وہ شخص ایک ماہ کے اندر اندر قبر پر نماز جنازہ پڑھ لے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان بغیر نماز جنازہ پڑھنے کے دفن کر دیا گیا تو اس کی نماز جنازہ اُس کی قبر پر پڑھی جائے گی جب تک اُس میت کی نعش کے پھٹنے کا امکان نہ ہو۔ چنانچہ مسائل بہشتی زیور ص ۱۹۷ پر لکھا ہے ''اگر کوئی مسلمان بے نماز پڑھے دفن کر دیا گیا ہو تو اُس کی نماز اُس کی قبر پر پڑھی جائیگی جب تک اُس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ جب خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے''۔

ان مسائل کے علاوہ بھی مذکورہ کیسٹ میں کچھ اختلافی مسائل ہیں جن سے صرفِ نظر ہو سکتا ہے۔ جن مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے ان سے صرفِ نظر کرنا بہت مشکل تھا۔ اس قسم کے مسائل کو سُن کر عام زائرین پریشان ہو جاتے ہیں اور اپنے علماء پر سے اُن کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے بالآخر وہ لامذہبیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

آخر میں پھر اپنی وزارتِ مذہبی اُمور کے کار پردازوں سے عرض پرداز ہوں کہ وہ حرمین شریفین کے زائرین کے لیے مستند حنفی علماء سے کتابچے اور کیسٹیں تیار کروا کر سعودی حکومت کو مہیا کرے اور سعودی حکام کو تاکید کرے کہ ہمارے ملک کے زائرین کو فقہ حنفی کے مطابق لکھا ہوا دینی لٹریچر فراہم کیا کرے تا کہ وہ تشکیک و تشتت کا شکار نہ ہوں۔

اثر کرے نہ کرے سُن تو لے میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

☆☆☆

ورلڈ اسلامک فورم برطانیہ کے چیئرمین حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب منصوری مدظلہم نے اپنی پاکستان آمد کے موقع پر ۲۰؍جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید میں علماء کرام اور طلباء سے ایک نہایت پرمغز خطاب فرمایا جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ (ادارہ)

اسلام سندِ متصل سے ثابت ہے، عیسائیت بے بنیاد مذہب ہے

مغرب کا اسلام سے تصادم ، علماء کرام کی ذمہ داریاں

نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم !

ڈاکٹر محمود احمد صاحب غازی کی عیسائیوں کے ایک پوپ جو اُن کا بہت بڑا مذہبی پیشوا تھا، اُس سے ملاقات ہوئی، یہ پوپ کے مہمان ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے پوپ سے سوال کیا کہ ایسی کوئی ہمیں بات بتاؤ شریعت عیسوی سے کہ جو سندِ متصل کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہو۔ پوپ نے ڈاکٹر صاحب کا سوال سن کر سر جھکا لیا اور لاجواب ہو گیا چونکہ وہ خود معترف ہیں بلکہ "اناجیل اربعہ" (چاروں انجیلوں میں) میں یہ بات موجود ہے کہ "اناجیل" کی سند متصل تھیں بلکہ پاکستان میں عیسائیوں کی سینکڑوں مشنریاں ہیں جو بائبل اور انجیل میں سے کسی کتاب کو سندِ متصل کے ساتھ پیش نہیں کر سکتیں۔ ان کا کوئی پادری کسی سطر، کسی جملہ یا کسی باب کے بارے میں دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ نازل شدہ ہے اور سندِ متصل سے ہے جبکہ متعلمِ قرآن پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہے کہ "الحمد" سے "والناس" تک وہی قرآن ہے جو محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا اور حرف بحرف وہی ہے۔ پھر مغرب میں اور دیگر ممالک میں منکرین حدیث کا فتنہ اُٹھا چونکہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے اور قرآن کی حفاظت میں خدا تعالیٰ نے اس کے بیان کی بھی حفاظت کا ذمہ اُٹھایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسے شواہد مہیا کر دیے کہ منکرین حدیث بھی لاجواب ہو گئے۔ آپ ﷺ کے تحریر شدہ مخطوطے دریافت ہوئے جو مختلف بادشاہوں کو دعوتِ اسلام کے لیے ارسال فرمائے تھے۔

فرانس کا ایک مستشرق گیا اس نے مصر سے ایک مخطوطہ دریافت کیا جس کی تحریر بعینہٖ وہی تھی جو احادیث میں ملتی ہے۔ سلطان عبدالمجید کے دور میں مخطوطہ ملا جو ترکی کے توپ کاپی میوزیم میں محفوظ ہے۔ افریقہ میں دوسری جنگِ عظیم میں افریقہ میں مخطوطہ ملا جو چاک کر دیا تھا شاہِ روم نے اس وقت یہ دو سپر پاور تھیں رومن ایمپائر اور پرشن ایمپائر (یعنی رومی اور ایرانی)۔

۱۹۷۰ء میں ہنگری کے وزیرِ خزانہ نے ایک تحریر شائع کی جو رومن بادشاہ کے نام لکھی گئی تھی جو اُردن کے میوزیم

میں محفوظ ہے۔ایسی تحریریں جسے نہ عام مسلمان لکھ سکتا ہے نہ ان کی حاصل شدہ تحریر جیسا رسم الخط مروج ہے اور پھر ان کی تائید اُن احادیث سے ہوتی ہے جن احادیث میں یہ عبارات نقل کی گئی ہیں۔جب اصل مکتوب دریافت ہوئے تو اُن احادیث سے ملا کر دیکھا تو کچھ بھی تبدیلی معلوم نہ ہوئی بعینہ جیسے احادیث میں یہ عبارات منقول تھیں ایسے ہی ان مکتوبات پر لکھی پائی گئیں۔حالانکہ راوی نقل کرتے رہے معنی اور مطلب تو وہی لیکن الفاظ بدل سکتے تھے مگر یہ خدا کی شان ہے کہ جو الفاظ مبارک آپ ﷺ کی زبان اطہر سے اِن پر رقم ہوئے کئی سو سال گزرنے کے بعد بھی احادیث میں وہی نقل ہوتے رہے۔یہ تو تحریر کا حال ہے آپ ﷺ کی روزمرہ کی تعلیمات جو عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں ان میں بھی کوئی شبہہ نہیں۔ہمیں اسلام کی قدر تب معلوم ہوتی ہے جب اس کا موازنہ باقی مذاہب سے ہو کہ وہ مذاہب تغیر وتبدل سے محفوظ نہیں۔اور ان کی کتب بھی تحریف شدہ ہیں جبکہ اسلام جوں کا توں محفوظ ہے کلام مجید اور حدیث ویسی کی ویسی ہی محفوظ ہے۔

پادری سے ملاقات :

ایک پادری سے میری ملاقات ہوئی۔اُس نے کہا کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ بائبل اور انجیل آسمان سے اُتری ہوئی ہیں۔میں نے کہا ہاں ہم ان کو منزل شدہ مانتے ہیں۔اُس نے کہا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔میں نے کہا: "ہم جس نبی کی شریعت کو مانتے ہیں وہ کامل اور محفوظ ہے اور تمہاری شریعت کامل اور محفوظ نہیں۔اسلام مکمل ضابطہ حیات اور تا قیامت انسانیت کے لیے ہے"۔

میں نے کہا کہ عیسائیت کو ماننے میں ایک رکاوٹ ہے کہ یہ شریعت محفوظ اور کامل نہیں ہے۔اس کے مقابلے میں ہمارا دین اسلام کامل بھی ہے محفوظ بھی ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھی کامل زندگی کے پہلوؤں کے لیے رہنمائی نہیں کرتی۔مثال کے طور پر دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ہیں انھوں نے شادی نہیں کی تھی اب بیوی کے ساتھ کیسی معاشرت برتی جائے کیسے زندگی گزاری جائے وہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے نہیں بتا سکتے یا اولاد نہیں تھی بچوں کی تربیت وپرورش کیسے ہو وہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے نہیں بتا سکتے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بہت سارے کام پیش نہیں آئے مثلاً انھوں نے فوجی کمانڈری نہیں کی انھوں نے قاضی اور جج بن کر فیصلے نہیں دیئے انھوں نے خود تجارت نہیں کی انھوں نے مزدوری نہیں کی انہیں اجتماعی عبادت کا موقع نہیں ملا کہ جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھتے ہوں بس کچھ لوگ ایمان لائے تھے وہ اپنے روزی کمانے میں مصروف رہتے کبھی کبھار آجاتے کوئی بات دین کی سن لیتے،تو بہت ساری چیزیں تو اُن کی زندگی میں پیش ہی نہیں آئیں جو انسان کی زندگی کے افعال ہوتے ہیں اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں پیش آئے وہ آپ کے پاس محفوظ نہیں ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھانا کھایا،کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ

کھانا کس طرح کھاتے تھے ان کی نشست اور بیٹھنے کا انداز کیا ہوتا تھا کچھ پڑھتے تھے یا نہیں پڑھتے تھے کتنی اُنگلیوں سے کھاتے تھے کیا مرغوب تھا کھانے میں۔ وہ سوتے تھے تو کس طرح سوتے تھے کچھ پڑھتے تھے کیا ہیئت ہوتی تھی۔ پیتے تھے کس طرح کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، کچھ پڑھتے تھے۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام God تھے خدا سے دُعا مانگتے تھے اور اتنی بات ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں جو الفاظ اُن کی دُعا کے آپ نقل کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اُن کی سند نہیں پہنچتی۔ یہ بعد میں لوگوں نے لکھ لیے ہیں گڑھ لیے ہیں بنا لیے ہیں لیکن میں جس نبی پر ایمان لایا ہوں اور جن کو اپنا آئیڈیل اور اُسوہ اور نمونہ بنایا ہے زندگی کے لیے، اُن کی ہر بات میرے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح عیاں ہے۔ میں نے کہا دیکھئے میں سات آٹھ سال کا ایک بچہ تھا اس وقت بچہ کو دنیا کی کچھ سوجھ بوجھ آجاتی ہے تو اس کے بعد سے میں اپنے والد کے ساتھ بیس سال رہا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں میں اپنے والد کو اتنا نہیں جانتا جتنا اپنے آقا سرورِ دو عالم ﷺ کو جانتا ہوں۔ میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ آپ لباس کس طرح پہنتے تھے کون کون سا لباس آپ نے زندگی میں پہنا۔ میں بتا سکتا ہوں کہ آپ کھانے کے لیے کس طرح بیٹھتے تھے کتنی اُنگلیاں استعمال کرتے تھے کیا مرغوب تھا کیا پڑھتے تھے کیا گفتگو ہوتی تھی ہر ایک چیز کے بارے میں۔ یہاں تک کہ جو باتیں انسان کی پرائیویٹ اور نجی ہوتی ہیں اور عام طور پر انسان اُن باتوں پر توجہ نہیں دیتا لیکن میں وہ بھی بتا سکتا ہوں کہ آپ آدھی رات کے بعد اور تہائی رات کے بعد اور آخری حصہ میں خدا سے کیا باتیں کیا کرتے تھے، آپ اپنی بیویوں سے رات کے اندھیرے میں کیا سرگوشی کیا کرتے تھے وہ بھی بتا سکتا ہوں۔ انسان جب کوئی آئیڈیل بنائے گا نمونہ بنائے گا تو اُس وقت بنائے گا کہ جب اُس کی ہر چیز سامنے ہو جس پر وہ چل سکے۔ میں نے ایک بات یہ بھی کہی کہ دیکھئے میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ میرے آقا سرورِ دو عالم ﷺ کی ریشِ مبارک ڈاڑھی کے کتنے بال سفید تھے میں نے کہا دنیا میں کوئی انسان اپنے باپ کے بارے میں بتا سکتا ہے کہ اس کی ڈاڑھی کے کتنے بال سفید ہیں؟ تو میں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیان سچے اور جھوٹے ہونے کا یا صحیح اور غلط ہونے کا فرق نہیں ہے بلکہ فرق یہ ہے کہ ان کی تعلیمات ایک محدود وقت کے لیے تھیں اُس کے بعد ختم ہو گئیں ان کی سیرت بھی محفوظ نہیں رہی اور نبی علیہ السلام کی سیرت اور تعلیمات قیامت تک کے انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ نے محفوظ رکھنے کا انتظام کر دیا۔ تو جس نعمت کو آپ یہاں پر حاصل کر رہے ہیں قرآن کو اور حدیث کو اور علومِ اسلامیہ کو یہ وہ نعمت ہے جس کی پوری انسانیت کو ضرورت ہے۔ ہم حضور ﷺ کی زندگی کو دیکھیں کہ آپ کی زندگی کیا تھی، پہلی وحی جب آپ پر اُتری ہے اور آپ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور گھر میں آکر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا زَمِّلُوْنِیْ چادر اُوڑھا دو، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میری جان نہ نکل جائے تو حضرت خدیجہؓ نے جن الفاظ میں آپ کو تسلی دی کہ آپ تو بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں یتیموں کے کام آتے ہیں ضرورت مندوں کی ضرورت

پوری کرتے ہیں آپ جو مسافر آتا ہے اُس کی خبر گیری کرتے ہیں یعنی "سوشل ورک" جسے کہا جاتا ہے۔

دو بنیادیں تھیں اسلام کی عبادت اور خدمت۔ یہ دو پہلو ہیں اسلام کی گاڑی کے اور دونوں کو برابر رکھنا پڑے گا۔ اگر گاڑی کا ایک پہیہ اُوپر ہو اور ایک نیچے تو گاڑی نہیں چلے گی۔ عبادت کا جب بہت زیادہ جوش مارے تو وہاں پر خدمت کی طرف آدمی کو توجہ دینی چاہیے اور جہاں خدمت میں اتنا لگ جائے کہ عبادت سے غفلت ہو جائے تو عبادت کی طرف توجہ دینی چاہیے تو ہمارا تعارف دنیا میں یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں جو بیواؤں اور یتیموں کے لیے یہ یہ کرتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ فی الواقع تعارف ہے؟ ہم جس کے وارث کہلاتے ہیں ایسا تو نہ ہو کہ ہماری وجہ سے اُن پر کوئی حرف آئے، پھر دوسری بات کہ حضور اکرم ﷺ نے پوری انسانیت کو سامنے رکھا۔ آپ نے پہلی مرتبہ جب آپ کو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا **وانذر عشیر تک الاقربین** تو آپ نے اُس زمانہ کا جو طرز تھا لوگوں کو جمع کرنے کا، ہر دور کا ایک میڈیا ہوتا ہے ایک طرز ہوتا ہے تو آپ نے صفا کی ایک پہاڑی پر چڑھ کر **یا صباحاہ** کر کے ایک آواز دی چلائے یہاں تک کہ گھبرا کر لوگ نکل آئے کیونکہ جب کوئی خاص واقعہ ہوتا تھا یا دُشمن حملہ کر دے تو وہاں اس طرح کوئی کھڑا ہو کر چلاتا تھا آواز دیتا تھا تو لوگ آ گئے پھر آپ نے پہلا جو خطاب کیا تو آپ نے یہ نہیں کہا اے مکہ والو! اے قریشیوں! اے میرے خاندان والو! آپ نے فرمایا: **ایھا الناس** انسانیت کو خطاب کیا پوری انسانیت کو اور اگر آپ دیکھیں حجۃ الوداع کو جو خطبہ ہے اور آج کا **UNO** کا جو چارٹ ہے انسانیت کے لیے وہ اسی کا ترجمہ معلوم ہوگا آپ کو۔ تو علمِ دین کا سیکھنا اور اس علمِ دین کو پھیلانا اور دُنیا کے مسائل اس سے حل کرنا، یہ ساری ذمہ داری ہم پر ہے۔

اس وقت پاکستان مسلمانوں کا ایک ملک ہے کوئی انگریز حکومت نہیں کر رہا یہاں پر کہ ہم مدرسہ کی چار دیواری یا مسجد کی چار دیواری میں اپنے ایمان کو بچانے کی فکر میں ہوں جیسے ہندوستان میں جس طرح انگریز آیا تھا اور علماء کا قتلِ عام کیا تھا اور جس طرح مدارس بند کیے تھے اور مدارس کی ساری جائیدادیں ضبط کر لیں تھیں اور طے کر لیا تھا کہ سب کو عیسائی بنانا ہے اور کوئی مسلمان باقی نہ رہے تو انھوں نے ایک حکمتِ عملی اختیار کی تھی کہ چلو چھوڑ دو، دیہات میں جا کر دیو بند اور گنگوہ میں جا کر خانقاہوں اور اپنے علم کو مخفی رکھ کر بچانے کی کوشش کی جائے تو آج کوئی ایسی بات تو نہیں ہے کہ یہاں پر انگریز ہے اگرچہ عملاً آج کل امریکہ کی عمل داری ہے لیکن ہے تو مسلمانوں کا ملک، تو اس کی ہمیں فکر کرنی چاہیے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے تو یہاں پر کیا چیز غالب ہونی چاہیے؟ یہاں کا معاشی نظام کیا ہونا چاہیے؟ یہاں کا سیاسی نظام اور یہاں کی پارلیمنٹ میں کن اُمور پر بحث ہو، یہاں کا میڈیا ذرائع ابلاغ کیا ہو، یہاں کا معاشرہ اور سماج کن حدود پر استوار ہو کیا قدریں اُس کی ہوں؟ اگر حضور اکرم ﷺ پاکستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں آجائیں دیہات میں جہاں پر

سو مسلمان بستے ہوں اور آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں کا نظامِ تعلیم سیکولر ہے لادینی یا اسلام دُشمن اور یہاں کا مالیاتی نظام اُس بُنیاد پر ہے جس پر اللہ اور رسول نے اعلانِ جنگ کیا ہے اور ذرائع ابلاغ اور میڈیا کا نظام وہ ہے جو انسانوں میں گندگی، بے حیائی، فحاشی اور منکرات کو عام کرنے والا ہو اور سماج اور تہذیب جن قدروں پر استوار ہے وہ انسانوں کو گویا خدا سے کاٹنے اور دور کرنے والا طریقہ ہے تو حضور اکرم ﷺ ایک لمحہ کے لیے برداشت کریں گے اِس بات کو کہ میری اُمت کے سو آدمیوں کا ایک گاؤں ہو اور یہ چیزیں ہوں؟ تو ہم جو ورثۃ الانبیاء ہیں ہم نے کیسے برداشت کرلیا کہ پورے پاکستان میں یہ چل رہا ہے اور ہم اس پر قانع ہو گئے۔ ہمیں بھی اس کے لیے تیاری کرنی ہے اسی وقت، بعد میں نہیں ہوگی تیاری، جس طرح ہم یہاں پڑھتے ہیں حدیث کو اور قرآن کو حضور اکرم ﷺ کی نماز ہم پڑھ رہے ہیں بخاری میں یا کسی کتاب میں تو نماز کو عملاً سیکھنا بھی تو اِسی وقت پر پڑے گا بعد میں کوئی موقع نہیں ہوگا سیکھنے کا اور بعض الفاظ ہیں تقوی، احسان اور توکل اور ان سارے الفاظ پر صحابہؓ نے محنت کی تو الفاظ یہی تھے حقائق اُن کو حاصل ہو گئے تو یہاں پر علم کے الفاظ بھی ہمیں لینے ہیں علم کی حقیقت بھی لینی ہے اور علم پر چلنے کا شوق و ذوق بھی یہاں پر ہم نے حاصل کرنا ہے۔

آج دُنیا میں سب سے بڑا جو مسئلہ ہے سب سے بڑی کشمکش ہے کہ آج کا مغرب یہ سمجھتا ہے جو پوری دُنیا پر حاوی ہے کہ اب ہمیں کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں حالانکہ قرآن میں آپ نے پڑھا شروع میں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ زمین پر اُتر جاؤ۔ **فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا و کذبوا بایتنا اولئک اصحب النار ھم فیھاخالدون** اگر اتباع نہ کی تو یہ یہ سزا ہے پوری تفصیل ہے قرآن میں، تو انسان ہر وقت آسمانی ہدایت کا وحی کا محتاج ہے لیکن آج کا مغرب یہ کہتا ہے کہ نہیں اب انسان کی عقل کامل ہو گئی ہے اور انسان ترقی کے تہذیب کے اُس عروج پر پہنچ گیا ہے کہ اسے کسی وحی کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان کی سوسائٹی جو چاہتی ہے وہ صحیح ہے اکثریت جو کہہ دے اور عقل جو فیصلہ کردے **ان یتبعون الاالظن وما تھوی الانفس** عقل آپ کو یقین تو نہیں دے گی بس گمانِ غالب ہی دے گی اور اِس وقت عقل اور خواہشات یہ دو بنیادیں ہیں دُنیا میں انسانوں کی زندگی گزارنے کی۔ اس پر فیصلے ہورہے ہیں یہ پارلیمنٹ کا نظام کیا ہے اکثریت جیسی بھی ہو جو کہہ دے، بس وہ صحیح ہے۔ حق اور باطل کیا ہے یہ بھی اکثریت ہی پر منحصر ہے۔

چرچ آف انگلینڈ کا دوغلہ پن :

وہاں انگلینڈ میں چرچ آف انگلینڈ ہے جو چرچوں کی اور مذہبی اداروں کی سب سے بڑی اتھارٹی ہے تو اس نے پہلے ایک ہدایت جاری کی تھی کہ جو لڑکے اور لڑکیاں بغیر شادی کے آپس میں رہتے ہیں اُسے گناہ کہا جائے گناہ سمجھا

جائے حوصلہ شکنی کی جائے، پھر ابھی گزشتہ چند مہینے پہلے دوبارہ ہدایت جاری کی کہ نہیں اب تو عام طور پر لوگ رہنے لگے ہیں اس طرح پر اس لیے نہ اِسے گناہ سمجھا جائے نہ گناہ کہا جائے نہ حوصلہ شکنی کی جائے، یعنی صحیح کیا ہے وہ بھی سوسائٹی فیصلہ کرے گی اکثریت کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے گناہ ہے یا ثواب ہے تو آج یہ بنیاد ہے۔ دُنیا میں دو بنیادوں پر عالم کا نظام چل رہا ہے ایک اکثریت کیا چاہتی ہے اور ایک یہ ہے کہ انسان کی عقل کیا کہتی ہے دو بنیادیں ہیں جبکہ ہماری بنیاد ہے کہ سارے انسان بھی جمع ہو جائیں تو وہ نہ حلال کو حرام کر سکتے ہیں نہ حرام کو حلال کر سکتے ہیں۔ جو اللہ نے کہہ دیا وہ آخری بات ہے۔ اب یہ جو وحی ہے یہ ہے فیصلہ کن تو ہمیں دُنیا میں اس بات کو لے کر کھڑا ہونا ہے کہ انسانوں میں آخرت کی بہبود اور کامیابی صرف وحی کی اتباع میں ہے۔

نوٹنگھم میں ایک پادری سے کئی مسائل پر بات چیت ہو رہی تھی تو اُن سے ایک بات ہم نے کہی کہ دیکھو ایک بات پر ہم اور آپ متفق ہیں آپ بھی مانتے ہیں کہ دُنیا میں بہترین دور سُنہرا دور امن کا دور اور اچھا دور انسانیت کا وہ تھا جب انسان آسمانی وحی کی اتباع کرتا تھا۔ آسمانی وحی کے تابع تھا تو اب دو ہی راستے ہیں یا تو وحی کی اتباع کرے یا خواہشات کی اتباع کرے تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ آپ بھی مانتے ہیں اور ہم بھی مانتے ہیں انسانیت کے لیے بہترین دور، امن کا سُنہرا، کامیابی کا دور اور بہبودی کا دور وہ تھا جب انسان آسمانی ہدایت پر چلتا تھا آسمانی وحی کی اتباع کرتا تھا۔ اب آپ اس بات کی اور تحقیق کر لیجیے کہ جتنی آسمان سے وحی اُتری ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرورِ دو عالم ﷺ تک اُن وحیوں میں سے کون سی وحی انسانیت کے لیے محفوظ ہے بس اس کی تحقیق کر لیں آپ کو پتا چل جائے گا کون سی وحی محفوظ ہے تو اِس وقت جو ہمیں دُنیا میں چیلنج درپیش ہے اور دُنیا میں جو کہا جا رہا ہے کہ بس مذہب کا دور ختم ہو گیا اور اب ہماری عقل کامل ہو گئی اور ہم گویا اتنے بالغ ہو گئے عقلی اعتبار سے کہ اب ہمیں کہیں باہر سے ہدایت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر دور میں علماء نے یہ کیا ہے یا نہیں کیا؟ جب فتنہ اُٹھا ہے یونانی علوم کا فلسفۂ یونانی کا تو امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کافی اچھے لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے فلسفے کے چیلنج کو قبول کیا، اُس کا جواب دیا اُس کا مقابلہ کیا، اسلام کی اور وحی کی برتری ثابت کی، کی یا نہیں کی؟ جواب دیا یا نہیں دیا؟ اور آج تک ہم وہی جواب دیتے چلے جا رہے ہیں سوالات تو ختم ہو گئے صدیوں پہلے، جو فلسفہ قدیم نے یا یونانی علوم نے سوالات کیے وہ تو صدیوں پہلے ختم ہو گئے [۱] لیکن ہم وہی جواب دیئے چلے جا رہے ہیں، جو کچھ پڑھ رہے ہیں مدرسوں میں، اور فلسفہ جدید نے جو سوالات پیدا کیے۔ بھئی ایک تو ہے علوم نقلیہ قرآن، حدیث، فقہ جو نقلی علوم ہیں وہ تو غیر متبدل ہیں اس کے بارے میں تو سوچنا بھی حرام ہے تبدیلی کے بارے میں، لیکن ایک ہیں عقلی

---

[۱] یعنی اُس وقت کے بعض سوالات ختم ہو گئے ہیں نہ کہ سب۔ مرتب

علوم، وہ ہر دور کے علوم ہیں۔ جو ہماری یونانی، منطقی، فلسفی علمِ کلام یہ اُس دور کے عصری علوم تھے درباری علوم تھے بلکہ مغرب کے عصری علوم تھے مغرب ہی میں تھے، تو آج ہم سمجھتے ہیں کہ اُس کو ہم نے پکڑا ہوا ہے مضبوطی سے اور آج کے عصری علوم کو بھلایا ہوا ہے۔ آج کے انسانوں کی ذہنی سطحیں کیا ہیں؟ آج کی کوئی بات اگر آپ کسی تعلیم یافتہ آدمی کو یا یورپ کے کسی آدمی کو کہنا چاہیں تو آپ کا اسلوب بھی کچھ اور ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا **کلم الناس علی قدر عقولھم** ان کی ذہنی سطح پہلے معلوم کریں پھر اُن سے بات کریں تو آج ہو یہ رہا ہے کہ ہم اپنے انداز میں اپنے طرز پر دین کا کام کیے جا رہے ہیں لیکن ہم اس بات کی کوشش نہیں کر رہے کہ دنیا میں ہماری اور ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ جو طالب بن کر آگئے وہ بھی ہماری ذمہ داری میں ہیں جو عصری سکولوں میں جا رہے ہیں ۹۵ فیصد بچے یا اس سے زیادہ وہ بھی ہماری ذمہ داری میں ہیں، وہ ہیں تو مسلمان۔ پھر پورے عالم کے متعلق ہماری ذمہ داریاں ہیں۔

نبیوں کے دو کام ہوتے تھے سارے نبیوں کے، ایک تو انسانوں کو اپنے خالق کا تعارف کرانا اُس سے تعلق جوڑنا اور دوسرے یہ کہ ہر دور میں کچھ لوگ وسائل اور ذرائع، پیداوار اور رزق پر قابض ہو کر خدا بن بیٹھتے ہیں اور انسانوں سے اپنی عبادت کرواتے ہیں اُن کی خدائی کو توڑنا چاہیے۔ نمرود ہو، فرعون ہو، قیصر و کسریٰ ہوں یا آج کے خدا ہوں انسانیت کو ان کے چنگل سے اُن کے مظالم سے ان کی پکڑ سے نکال کر آزاد کرنا جس طرح صحابہؓ جب ایران گئے تو انہوں نے یہی کہا ہم کیوں آئے ہیں .... یعنی ہم اس لیے آئے ہیں تا کہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی میں داخل کریں۔ **و من ضیقة الی سعة** دُنیا کی تنگیوں سے نکال کر انہیں وسعت دیں، دُنیا کی **من جور الادیان الی عدل الاسلام** دُنیا کے باطل دینوں کے ظلم وستم سے نکال کر اسلام کے عدل سے نوازنے کے لیے آئے ہیں، ہر انسان کو برابری کی سطح پر عزت و اکرام اور آزادی دلوانے کے لیے آئے ہیں۔ تو یہ آج پھر ہماری غفلت سے دُنیا کے لیے اُن زنجیروں میں جہالت کا دور واپس آ گیا ہے۔

جہالت کسے کہتے ہیں :

مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ارشاد فرمایا تھا وہاں پر کہ جہالت کہتے ہیں نہ جاننے کو اور جاہلیت کہتے ہیں جان کر نہ ماننے کو، جہالت ہے نہ جاننا اور جاہلیت ہے جان کر نہ ماننا۔ اور جاہلیت کسی خاص دور کا نام نہیں ہے کہ اسلام سے چودہ سو سال پہلے جاہلیت تھی۔ جاہلیت آج جدید دنیا میں غالب ہے۔ آج بھی جاہلیت ہی کا دور ہے۔ جاہلیت اُسے کہیں گے ہر وہ نظام ہر وہ طرزِ زندگی جو وحی کی تعلیمات سے ہٹ کر ہو وہ جاہلیت ہے جس کی بنیاد آسمانی وحی پر نہ ہو کتاب اللہ پر نہ ہو وہ جاہلیت ہے۔ تو جو علم کے مراکز ہیں اس لیے ہیں کہ ہم اس علم کے انوارات لے کر یہاں سے اُٹھیں

اور دنیا کی جہالت کے اندھیرے کو ختم کریں انسانوں کو ان کے اصل مقام اور خالق سے متعارف کرائیں۔

بس میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے آنکھ میں بھی دو تین دن سے تکلیف ہے سوجی ہوئی ہے، مولانا محمود میاں صاحب کا حکم تھا کہ چند باتیں آپ کو عرض کروں، بس میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب کیا ہے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں میں سے، پاکستان میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ بستے ہیں اُن میں سے چند ہزار کو اللہ منتخب کرتا ہے اپنے دین کے لیے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے تو یہ اللہ کا انتخاب ہے۔ بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو آپ دیکھیں اُس کو کس لیے منتخب کیا ہے وہ جاتے ہیں مریضوں کا پیشاب پاخانہ دیکھتے ہیں چیر پھاڑ کرتے ہیں اس کی زندگی کیا ہے؟ بڑے بڑے سائنسدان ہیں چاند پر جاتے ہیں تو وہاں کی مٹی پر ہی پتھر پر ہی تحقیق کرتے ہیں۔ خدا نے انسانوں کو کہاں کہاں لگا رکھا ہے کسی کو پہاڑ توڑنے پر کسی کو میزائل بنانے پر کسی کو یہ کرنے پر۔ مگر ہمیں ہماری بغیر کسی اہلیت کے خدا نے منتخب کر لیا قرآن پڑھنے کے لیے احادیث کو پڑھنے کے لیے اس کو سمجھنے کے لیے علم دین حاصل کرنے کے لیے، یہ کتنا بڑا خدا کا انعام ہے ہمارے اُوپر تو خدا کا جو انعام اور احسان ہے اس کا صحیح معنی میں شکرانہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دلی طور پر اس کے لیے خاص کر لیں کہ ہمیں دُنیا میں اسے سیکھنا بھی ہے عملی زندگی میں بھی لانا ہے پھیلانا بھی ہے اور اسے غالب بھی کرنا ہے۔ یہ اگر ہم مٹھی بھر حضرات اس بات کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کر لیں تو انشاء اللہ پھر اللہ کے لیے کوئی بعید نہیں ہے اور ہمارا ایمان ہے یقین ہے کہ کل سورج نکلے گا اسی طرح یقین ہے کہ وہ وقت بہت جلدی آئے گا جب ہر کچے پکے گھر میں اسلام داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو لوگوں تک دین اسلام پہنچانے کا ذریعہ بنادے بس یہی چند باتیں تھیں۔ وماعلینا الاالبلاغ المبین.

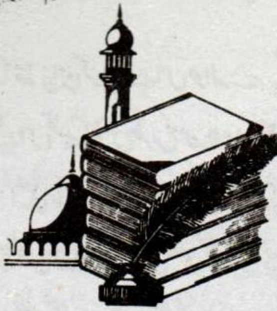

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : تفسیر بیان القرآن

تصنیف : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

صفحات : جلد اول ۶۱۲، جلد دوم ۶۱۶، جلد سوم ۶۸۸

ناشر : ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان

قیمت : ۱۰۹۵/

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ گزشتہ صدی میں جو آپ نے تحریری، تصنیفی، تجدیدی و اصلاحی خدمات انجام دیں اُن کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، آپ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک قرآن پاک کی عظیم الشان تفسیر "بیان القرآن" بھی ہے جو آپ کے تبحرِ علمی کی منہ بولتی تصویر ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ (م ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں علماء کی تین قسمیں ہیں (۱) عالم باللہ (۲) عالم بامر اللہ (۳) عالم باللہ و بامر اللہ یعنی ایک عالم وہ ہے جو اللہ کے قانونِ امر و نواہی کو جانتا ہے، دوسرا عالم وہ ہے جو قانونِ شریعت کو تو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت رکھتا ہے، تیسرا عالم وہ ہے جو دونوں کو جانتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اسی تیسرے طبقہ کے عالم تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمِ شریعت اور طریقِ معرفت دونوں سے سرفراز فرمایا تھا اس لیے آپ کی تفسیر میں یہ دونوں شانیں موجود ہیں۔ تفسیر "بیان القرآن" عالمانہ بھی ہے اور عارفانہ بھی۔

اس تفسیر کو سمجھ کر پڑھنے والے کو علمِ احکام اور معرفتِ ذات و صفات دونوں کے اثرات سے کامل شرح صدر میسر ہو جاتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے "بیان القرآن" میں جہاں آیاتِ احکام کی احادیث سے تفسیر و تشریح کی ہے وہیں اُن سے متعلق فقہی احکامات کی تفصیل بھی بیان کردی ہے جس سے یہ تفسیر جامعِ حدیث و فقہ نظر آتی ہے۔

اپنی اس تفسیر میں حضرت تھانویؒ نے آیاتِ قرآنی سے مسائل تصوف کا بھی جگہ جگہ استنباط کیا ہے اور سلوک کے

ہر مسئلہ کا ماٴ خذ بیان کردیا ہے اس حوالہ سے یہ تفسیر جہاں حدیث وفقہ سے بھرپور ہے وہیں احسان وتصوف سے بھی معمور ہے اس لیے اس تفسیر کو جس طرح محدثانہ اور فقیہانہ طرز کی کہا جاسکتا ہے اسی طرح صوفیانہ اور عارفانہ بھی کہا جاسکتا ہے۔

ایسی تفاسیر کمیاب ہیں جن میں بیک وقت حدیث وفقہ اور تصوف کو جمع کرکے آیات کی تفسیر کی گئی ہو، بعض تفسیریں خالص محدثانہ رنگ کی لکھی گئی ہیں جیسے تفسیر ابن کثیر یا تفسیر درمنثور وغیرہ بعض تفاسیر خالص تصوف وطریقت کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں جیسے شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تفسیر اور بعض تفسیریں فقط علم کلام اور عقائد کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں لیکن حضرت تھانویؒ کی تفسیر "بیان القرآن" ان سب علوم کی جامع ہے جس کی نظیر اُردو زبان میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے اس لیے اگر اس تفسیر کو عدیم النظیر نہ کہا جائے تو کم از کم قلیل النظیر ضرور کہا جاسکتا ہے کیونکہ اُردو کی دیگر تفاسیر میں یہ خصوصیات یکجا نظر نہیں آتیں۔ اس تفسیر کی ثقاہت کے لیے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کا یہ بیان کافی ہے کہ :

> "میں ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ اُردو کا دامن علم وتحقیق سے خالی ہے لیکن مولانا تھانویؒ کی تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے میں ترمیم کرنا پڑی اور اب سمجھتا ہوں کہ اُردو بھی بلند پایہ علمی تحقیقات سے بہرہ ور ہے۔"

تفسیر "بیان القرآن" عرصہ سے شائع ہورہی ہے۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے مدیر مولانا محمد اسحٰق صاحب نے بھی اسے اپنے ادارہ سے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے آپ کی شائع کردہ تفسیر میں درج ذیل امتیازات ہیں :

(۱) تفسیر کو دو کے بجائے تین جلدوں میں کردیا گیا ہے جس سے ایک تو جلدوں کا حجم کم ہوگیا ہے دوسرے قلم جلی ہوگیا ہے۔

(۲) مکمل طور پر کمپوزنگ کتابت کروائی گئی ہے جس کا خط عام خطوط کے مقابلہ میں خوشنما اور عمدہ ہے۔

(۳) کمپوزنگ اور ترتیب اُس قدیم نسخے کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے جو خود حضرت تھانویؒ کا نظر فرمودہ ہے۔

(۴) شروع میں حضرت مولانا عبدالشکور ترمذیؒ کے قلم سے تفسیر کا تعارف دیا گیا ہے۔

(۵) اسی طرح شروع میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مختصر سوانح ذکر کردی گئی ہے۔

ان امتیازات کے ساتھ یہ تفسیر ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا اسحٰق صاحب کی اس خدمت کو قبول ومنظور فرمائے اور مزید کی توفیق عنایت فرمائے۔

☆☆☆

عالمی خبریں

میک اپ اور انسانی صحت

لندن (بی بی سی ڈاٹ کام) ایک تحقیق کے مطابق اوسطاً ایک مرد اور عورت سال میں کل دو کلوگرام تک کا سمیکس کے ذریعے کیمیکلز اپنے جسم میں جذب کرتے ہیں۔ ان میں جلد کی کریمیں، شیمپو اور پرفیوم وغیرہ بھی شامل ہیں۔ پرفیوم کی بوتل میں 600 کے قریب سنتھیٹک کیمیکلز موجود ہوتے ہیں اور اس میں سے 95 فی صد پٹرولیم سے بنائے جاتے ہیں جو صحت کے لیے بہت مضر ہے۔ پالشوں میں پائے جانے والے کیمیکل ڈی بی پی (ڈائیوٹائل فیتھیلیٹ) کے متعلق ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ تولید کے نظام کو متاثر کرتا ہے۔ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح وقت کو تھام لے اور کبھی بوڑھا نہ ہو۔ اس واسطے وہ چہرے پر جھریوں اور آنکھوں کے نیچے بننے والے ہلکوں کو غائب کرنے کے لیے ہزاروں طرح کی کریمیں استعمال کرتا ہے۔ ان کریموں میں الفا اور بیٹا ہائیڈ روکسی ایسڈز ہوتے ہیں جو جلد کی باہر والی تہہ کے ڈیڈ سیلز یا خلیوں کو جذب کرتے ہیں جس کی وجہ سے نئی جلد تو آجاتی ہے لیکن وہ موٹی اور سخت ہوتی ہے۔ اس طرح چہرے کی نرمی کی کوششیں دراصل اسے سخت سے سخت تر بنائی جاتی ہیں۔ ماہرین کے مطابق ان سے مضر صحت چیزوں سے ایک بہت سادہ اور آسان حل ہے اور وہ ہے پانی۔ جتنا زیادہ ہو سکے پانی پئیں۔ ہمارے خون میں بانوے فیصد پانی ہے اور باقی آٹھ فیصد دوسرے مرکبات اسی طرح ہمارے پورے جسم میں ساٹھ فیصد سے زیادہ پانی موجود ہے۔ زیادہ پانی پئیں تاکہ وہ جسم میں ہر جگہ خصوصاً چہرے تک پہنچے اور اسے تر و تازہ اور شاداب رکھے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور یکم جنوری ۲۰۰۴ء)

☆

تہران میں زلزلے کا خدشہ، دار الحکومت کی ''اصفہان'' منتقلی پر غور شروع

تہران (آن لائن) ایرانی حکام نے بام میں تباہ کن زلزلہ کے بعد ایسے ہی کسی خطرہ کے پیشِ نظر دار الحکومت کو تہران سے کسی دوسرے شہر منتقل کرنے پر غور شروع کر دیا ہے کیونکہ تہران اسی زون میں شمار ہوتا ہے جہاں پر زلزلے کا شدید خطرہ ہے مقامی اخبار ''حیات نو'' نے سلامتی کونسل کے چیف حسن ربانی کے حوالے سے بتایا ہے۔ دار الحکومت کی تہران سے کسی دوسری جگہ منتقلی کی تجویز ۱۹۹۱ء سے زیرِ غور ہے لیکن بعض پیچیدگی کے باعث اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا تاہم آئندہ ایرانی سال کے آخر تک سپریم کونسل اس تجویز پر عملدرآمد کے حوالے سے غور کرے گی۔ تاہم انہوں نے متوقع نئے دار الحکومت سے متعلق نہیں بتایا۔ ادھر تہران یونیورسٹی کے شعبہ ارضیات کے پروفیسر برام آکاشے نے صدر خاتمی کو ایک خط میں کہا ہے کہ بام جیسے زلزلے سے تہران میں سات لاکھ سے زائد افراد لقمہ اجل بن سکتے ہیں۔ انہوں نے نئے دار الحکومت کے لیے وسطی شہر اصفہان کا نام تجویز کیا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۶ رجنوری ۲۰۰۴ء)

خدائی عذاب

سان فرانسسکو(اے ایف پی) امریکی ریاست کیلفورنیا کی سپریم کورٹ نے بھی ہم جنس پرستوں کی شادیاں روکنے کے لیے فوری حکم جاری کرنے سے انکار کردیا ہے۔اس سلسلے میں ریاست کے اٹارنی جنرل بل لاکیئر نے عدالت میں ایک درخواست پیش کی تھی۔عدالت نے یہ درخواست مسترد کرتے ہوئے سان فرانسسکو کے میئر گیدن نیومن اوران کی انتظامیہ کونوٹس جاری کیا ہے کہ وہ ۵رمارچ تک عدالت میں پیش ہوکر بتائیں کہ عدالت کوہم جنس پرستوں کی شادیاں کیونکرنہیں روکنی چاہئیں۔اورایسی شادیوں کی حمایت میں انہوں نے جواقدامات کیے ہیں ان کے دفاع میں وہ اپنا موقف پیش کریں۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کوہم جنس پرست گروپوں اورانسانی حقوق کی تنظیموں نے اپنی فتح قراردیا ہے جبکہ اٹارنی جنرل نے عدالت میں مئیر کی طلبی کواپنی فتح قراردیا ہے۔ادھرامریکہ میں ہم جنس پرستوں کی شادیوں کا سلسلہ جاری ہے اورسان فرانسسکو کے علاوہ دیگرشہروں میں بھی ہم جنسوں کی شادیاں شروع ہوگئی ہیں۔(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹رفروری ۲۰۰۴ء)

☆

کیوں نہ ہو ! یہ توسب کے سردار رہے ہیں

لندن(بی بی سی ڈاٹ کام) برطانیہ میں قائم مسلمانوں کی تنظیم مسلم پارلیمنٹ نے الزام لگایا ہے کہ "بیل مارش" کی جیل میں گزشتہ دوسال سے قید ۱۴غیرملکی باشندوں کے ساتھ بھی وہی سلوک روارکھا جارہا ہے جوخلیج گوانتانامومیں قیدیوں کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ مسلم پارلیمنٹ کے سربراہ ڈاکٹرغیاث الدین نے کہا کہ ان ۱۴غیرملکیوں کوبغیرکسی مقدمے کے قید میں رکھا گیا ہے۔یہ گرفتاریاں خفیہ اداروں کی رپورٹس پرعمل میں لائی گئی تھیں اوران خفیہ رپورٹس کوکسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ان قیدیوں کویہ تک نہیں بتایا گیا کہ ان پرکیا الزام عائد ہے یاان کا جرم کیا ہے۔ڈاکٹرغیاث الدین نے کہا کہ برطانوی حکومت "سول ایجنسی ایکٹ" برطانوی پارلیمان میں پیش کرنے پرغورکررہی ہے۔اس قانون کے تحت اگرخفیہ اداروں کویہ شبہ ہوکہ اس سے مستقبل میں کس قسم کا خطرہ ہوسکتا ہے تواسے بغیرمقدمہ چلائے قید کیا جاسکے گا۔اس ہفتہ برطانوی دارالعلوم میں انسداددہشتِ گردی کے قانون کونظرثانی کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔اس قانون کے تحت برطانوی حکومت خفیہ اداروں کی رپورٹس کی بنیاد پرکسی بھی شخص کوبغیرمقدمہ چلائے غیرمعینہ مدت کے لیے قیدرکھ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس قانون کا کوئی جوازنہیں اوراس کوختم ہونا چاہیے۔ مسلم پارلیمنٹ نے مختلف جگہوں پراس قانون کی مخالفت کی ہے اوریہ مطالبہ کیا ہے کہ اس قانون کوختم ہونا چاہیے۔(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۴رفروری ۲۰۰۴ء)

☆☆☆

اخبار الجامعہ

جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

☆☆☆

۲؍جنوری کو انگلینڈ برمنگھم سے جامعہ مدنیہ جدید کے خیر خواہ اور دُعا گو جناب ظفر عالم صاحب تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید سے جامعہ کے احوال اور زیرِ تعمیر مسجد حامد پر بات جیت ہوئی۔

۴؍جنوری کو مہتمم صاحب کا جناب محترم محمد علی صاحب شمسی کی بھتیجی کا نکاح پڑھانے کی غرض سے ان کی دعوت پر جانا ہوا۔

۸؍جنوری کو جناب محمد علی شمسی صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور اس کی تعلیمی و تعمیری سرگرمیوں پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

۹؍جنوری کو بعد عشاء کراچی سے جناب آفتاب احمد صاحب تشریف لائے۔ احوال جامعہ اور تعمیر مسجد حامد پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

۱۰؍جنوری کو جناب پیر جی عبد الحفیظ صاحب مدظلہم کی چیچہ وطنی سے تشریف آوری ہوئی اور رات کا کھانا حضرت کے ساتھ تناول فرمایا۔ اسی روز بعد عشاء انجینیر جناب عتیق صاحب کے ہمراہ جناب ثاقب ممتاز صاحب کی ایبٹ آباد سے تشریف آوری ہوئی اور مختلف موضوعات اور بالخصوص ختم نبوت کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔

۱۹؍جنوری کو ورلڈ اسلامک فوم برطانیہ کے چیئرمین جناب مولانا محمد عیسٰی صاحب منصوری کی انگلینڈ سے تشریف آوری ہوئی ان کے ہمراہ لیسٹر کے مولانا فاروق صاحب بھی تھے حسب سابق حضرت کی رہائش گاہ پر قیام فرما ہوئے اور ۲۹؍جنوری کو واپسی ہوئی۔ اس سے قبل ۲۰؍جنوری کو دن کے ۱۲ بجے جامعہ مدنیہ جدید میں اساتذہ اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

۲۲؍جنوری کو جناب شعیب صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور زیرِ تعمیر مسجد حامد کے سلسلے میں مہتمم صاحب سے گفتگو ہوئی۔

۲۶؍جنوری کو بانی و امیر تحریکِ خُدّام اہلِ سُنّت پاکستان حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اُن کے جنازہ میں شرکت کے لیے حضرت مہتمم صاحب کا چکوال کے قریب اُن کے آبائی گاؤں جانا ہوا اور رات کو

۱۲ر بجے بخیریت واپسی ہوئی۔

۱۶ر فروری کو مغرب بعد حضرت اقدس مولانا السید ابوالحسن علی ندویؒ کے نواسے حضرت مولانا سیّد صہیب صاحب ندوی مدظلہم تشریف لائے اس موقع پر حضرت مہتمم صاحب اور مولانا سیّد مسعود میاں صاحب سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔

۲۵ر فروری عصر کے وقت جامعہ جدید کے خصوصی معاون جناب وسیم احمد صاحب اور جناب مظفر احمد صاحب تشریف لائے اور جامعہ جدید کی تعلیمی اور تعمیری خدمات کو ملاحظہ فرماتے ہوئے خوب سراہا۔

☆☆☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آگیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ =9050 فٹ

سریا (18 ٹن)	* 3,60,000.00
بجری (4800CFT)	85,000.00
ریت (2400CFT)	15,000.00
سیمنٹ (700Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000.00

* نوٹ : سریا مہنگا ہونے کی وجہ سے اب یہ قیمت دوگنا ہوگئی ہے